بخدمت میر محمد اسحاق صاحب سلمہ اللہ
ناظر ضیافت
قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

شرح چندہ
سرپرستان۔ معاونین۔ عام۔ طلباء۔ ششماہی
عام [illegible]
انڈیا سے باہر [illegible]

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی!

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ محرم / ۶ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱/۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء | نمبر ۳و۴

سلسلہ کی خبریں!

(۱) سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کشمیر کمیٹی کے اجلاس کے لئے لاہور تشریف لیگئے۔ اور یکم مئی ۳۶ء بروز جمعہ مع الخیر رونق افروز قادیان ہوئے حضور کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ فللّٰہ الحمد

(۲) جن احباب نے فاروق کو وی پی بابت بقایا ۳۵ء وسال رواں ۳۶ء بلا وجہ واپس فرمائے ہیں۔ ان سے دوستانہ شکوہ ہے۔ کہ اس سے ناحق تین تین آنہ محصول وی پی کے ضائع ہو کر نقصان کیا گیا ہے۔ اب دوبارہ ان کے نام وی پی ارسال کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ وہ میری اس مشکل وقت میں امداد فرما کر وی پی وصول کر کے شکریہ کا موقعہ بخشیں گے۔ اور جن احباب نے جدید خریدار بن کر چندہ ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ وہ بھی اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر یا بوساطت ناظر صاحب بیت المال اپنی انجمن کے چندہ کے ساتھ بھجوا کر وعدہ پورا کر کے مشکوری کا موقعہ بخشیں گے۔

والسلام

گروہ احرار سے چند باتیں!

جفا پیشہ عدو کا ہر ستم ہے لطف جاں ہم کو
رہ محبوب سے روکے ہے کب فکر زماں ہم کو

کبھی پر شور نعروں سے خدا کے کام رُکتے ہیں؟
ستم ایجاد! یہ تو ہے درائے کارواں ہم کو

بگولے آتے رہتے ہیں میانِ سفر راہی کو
سمجھتے ہیں ستم پیشہ یہ کیوں بے خانماں ہم کو

مسیحا جب اکیلا تھا تو تم نے خاک چھانی تھی
مٹا سکتا نہیں اب کوئی زیر آسماں ہم کو

خدا کے پاک بندے بُزدلوں سی کب ہیں دب کر
ڈرا سکتے نہیں اوچھے ترے تیر و سناں ہم کو

ہمیں ہے حکم سُن کر گالیاں تم کو دعائیں دیں
یہ دلکش درس دیتا ہے مسیح قادیاں ہم کو

مٹا کر آشیاں اپنا یہاں دھونی رما بیٹھے
ستائیگی بھلا کیا خاک اب برقِ تپاں ہم کو

کل آتی ہو تو آئے آج ہم تیار بیٹھے ہیں
تری ہمت میں ہو تو بھیج مرگ ناگہاں ہم کو

ہمیں اسلام کی خدمت میں گر مرنا پڑے برسوں
یہی ہے لطف جاں ہم کو یہی آرام جاں ہم کو

نہیں ہے کام یہ اپنا جسے ہم خود لیے ہیں کر
کیا لاچار دے کے اس نے یہ سوز نہاں ہم کو

مبارک ہو عدو تجھ کو حصول عزت کونسل
یہاں پروائے شوکت ہے نہ طلب عز و شاں ہم کو

ہمارا کام ہے کچھ اور جس سے بے خبر ہے تو
کہ دینِ مصطفےٰ پہ لانا ہے سارا جہاں ہم کو

تو رہ مشغول اپنے کام میں اور ہم بھی رہتے ہیں
یقیناً دیگا نصرت مالک کون و مکاں ہم کو

رہے گا خائب و خاسر اگر ماہ پر نہ آئے گا،
دکھائے گا تری ذلت ہمارا پاسباں ہم کو

خدا کا قول ہے اختر کبھی ٹلتا نہیں دیکھا،
مٹا کر خاک کرنا پڑتا ہے گندہ دہاں ہم کو

نوٹ۔ یہ پرچہ ۶ مئی ۱۹۳۶ء کو طبع کرا کر شائع کیا گیا ہے

روئداد اجلاس آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن

منعقدہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۶ء

آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن کا اجلاس زیر صدارت مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو بمقام لاہور لورینگس ہوٹل میں پانچ بجے شام منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل ممبروں نے شرکت فرمائی۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ مولانا غلام رسول صاحب مہر۔ پروفیسر سید عبد القادر صاحب۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب پروفیسر علم الدین صاحب سالک۔ شیخ نیاز علی صاحب ایڈووکیٹ۔ چودہری اسد اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء۔ مولانا عبد المجید صاحب سالک۔ چوہدری عبد الرشید صاحب تبسم۔ مولانا محمد الدین صاحب فوق۔ ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم۔ بی۔ ایس۔ شیخ بشیر الدین صاحب ایڈووکیٹ

(۱) سب سے پہلے سکرٹری نے سابقہ روئداد پڑھی۔ جو کنفرم کی گئی۔

(۲) ایسوسی ایشن کی میٹنگ چونکہ بہت تاخیر کے بعد اس مرتبہ منعقد ہوئی تھی۔ اس لئے سکرٹری نے تاخیر کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ شہید گنج کی وجہ سے چونکہ تمام مسلمانوں میں ایک اضطراری کیفیت تھی۔ اور سب کی توجہ اسی مسئلہ کی طرف تھی۔ یہ بھی دیکھنا تھا۔ کہ کشمیر اسمبلی مسلمانوں کے لئے کہاں تک مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے ایک سال تک کوئی میٹنگ نہ ہو سکی۔

ایجنڈا پیش ہو کر مندرجہ ذیل قراردادیں باتفاق آراء پاس ہوئیں۔

(۱) کشمیر کی سیاسی حالت پر غور کرنے کے متعلق یہ طے پایا کہ مسلمانان کشمیر کی شکایات دریافت کرنے کے لئے اور اس بات کے لئے کہ گلنسی کمشن کی سفارشات پر حکومت کشمیر نے کہاں تک عمل کیا ہے۔ کشمیر کی اسلامی انجمنوں کے ساتھ خط و کتابت کی جائے۔

(۲) ملازمتوں میں شمار و اعداد اور مسلمانوں کا تناسب دیکھنے کے لئے اخبارات کے فائلوں سے صاحب صدر مدد دینگے۔

(۳) کشمیر میں وزارتوں کے لئے ریاست ہی سے وزراء لئے جائیں۔ اس کے متعلق کشمیر ایسوسی ایشن پہلے بھی ایک قرارداد پاس کر چکی ہے۔ اور اب پھر اسی کی تائید کرتی ہے۔

(۴) کشمیر ایسوسی ایشن کی ترقی اور اس کی وسعت اور اس کے ممبروں کی ایزادی اور اس کی شاخوں کے اجراء و قیام کے متعلق قرار پایا کہ آئندہ میٹنگ میں غور کیا جائے۔

(۵) صاحب صدر اور سکرٹری نے بوجہ معروفیات آئندہ کے لئے معذرت چاہی۔ اس کے متعلق یہ فیصلہ ہوا۔ کہ صاحب صدر ابھی کچھ اور عرصہ تک بدستور کام کرتے رہیں۔ اور چونکہ سکرٹری صاحب باہر جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کا عہدہ اور نام تو بدستور قائم رکھا جائے۔ البتہ بطور مددگار ان کی جگہ چوہدری عبد الرشید صاحب تبسم مقرر کئے جائیں۔ صاحب صدر کے شکریہ کے بعد میٹنگ کی کارروائی ختم ہوئی۔

محمد الدین فوق سکرٹری آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن۔

فاروق ۲۱ اپریل سے اب تک کیوں شائع نہیں ہوا؟

فاروق کے شائقین و خریداران نے جس اضطرابی کیساتھ فاروق کی تین ہفتہ سے اشاعت رُکنے پر خاکسار ایڈیٹر فاروق کو خطوط لکھے ہیں میری لئے وہ اس لحاظ سے حوصلہ افزاء ہوئے ہیں کہ فاروق کی ایک ہفتہ کی جدائی بھی احباب کو شاق گذرتی ہے مجھے افسوس ہے کہ میں ان ایام میں خود اسقدر پریشان رہا ہوں کہ ہر ایک دوست کو عدم اشاعت فاروق کی وجہ بتا کر انکو تسلی دینے کے قابل نہ تھا۔ فاروق کیوں حسب دستور ہیک تاریخ پر تین ہفتہ سے شائع نہیں ہوا۔ میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ ممکن ہے کہ ابھی دو تین ہفتہ اور اسی حالت میں گذریں۔ اور فاروق اپنی مقررہ تاریخوں پر نہ نکل سکے۔ فاروق کی چھپوائی کا انتظام دوسرے پریس میں کیا جا رہا ہے۔ جس کیلئے درخواست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں دیدی گئی ہے۔ اوس کے منظور ہونے کے لئے دو تین ہفتہ مزید صرف ہونگے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے فاروق کو اس مشکل سے جلد نجات بخشے اور وہ وقت پر شائع ہونے لگے۔ مفصل پھر عرض کروں گا۔ (خاکسار ایڈیٹر)

بیاض نور الدین

وہ صحیح اور اصلی نسخہ جو حضرت قبلہ مولوی حکیم نور الدین صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی زبان سے مجھے لکھوایا۔ اور اپنی قلم سے اوسکو صحیح کیا اور خاکسار نے اوسکو تکمیل کو پہنچایا۔ مکمل ہر دو حصہ قیمت پانچ روپیہ علاوہ محصولڈاک۔ اس کے علاوہ کشتہ طلاء۔ جسمانی کمزوریوں کیلئے تیر بہدف۔ سرمہ نور العین۔ آنکھوں کے لئے بے نظیر چیز ہے ہر مرض ہر موسم۔ ہر حالت میں دونوں چیزیں لاجواب ہیں بندہ کے متعلق حضرت حکیم الامتہ کی رائے {میں تصدیق کرتا ہوں کہ فضل الرحمن میری تجارب سے واقف اور خوب واقف ہے بعض خطرناک بیماریوں۔ دق۔ سل۔ نفس الدم میں اس نے بڑی جانفشانی سے علاج کیا اور کامیاب ہوا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر یہ تقویٰ سے کام لیگا۔ تو اس کو خود بھی اور لوگوں کو نفع پہنچیگا۔ آہ میرا یہ گمان سچ ہو۔ (نور الدین عفی) (خاکسار فضل الرحمن مفتی قادیان

وہابی مشن

معیار صداقت (بجواب "معیار نبوت")

میری نظر سے ایک ماہوار رسالہ بنام "مبلغ" بابت ماہ فروری ۱۹۳۶ء جو اہلحدیث کی طرف سے حال ہی میں جاری ہوا ہے۔ گزرا جس کے صفحہ ۱ سے لے کر صفحہ ۱۲ تک احمدیت کی مخالفت میں زور صرف کیا گیا ہے۔ اور انہی اعتراضات کو دُہرایا گیا ہے جن کے بارہا جوابات دیئے گئے۔ اور دیئے جاتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بوجہ مصروفیت اس کا جواب جلدی ہدیہ ناظرین نہ کرسکا۔ تاہم بغرض "بدر رسانیدن" اس کے متعلق میں ناظرین کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ معترض صاحب کو یہ بات بہت بُری معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ ہی کی شریعت کو روشن کرنے کے لئے کیوں مبعوث ہوئے۔ اور کیوں ان کی صداقت دن بدن زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے

اس غصہ کا اظہار یہ کہکر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ "پیشتر اس کے کہ میں آپ کے سامنے معیار نبوت دلائل واضحہ سے پیش کروں۔ پہلے ایک جدید خودساختہ معیار نبوت سے آپ کو خبردار کرنا مناسب جانتا ہوں۔ کفار مکہ کی طرح پنجابی متنبی کی امت نے بھی ایک نیا معیار نبوت بنایا ہے۔ جو یہ ہے" فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون ط (یونس ۲) یہ ان کا مغالطہ ہے۔ معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام انبیاء ورسل برابر اتریں آیت مذکورہ نبی صلعم کے ساتھ مختص ہے۔" صفحہ

منکرین کی بے دست پائی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ تاریکی کی محبت میں وہ کس طرح آنکھیں بند کرکے روشنی کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی پہلی زندگی کو بطور صداقت کے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور تحدی کرتے ہیں "کہ کون تم میں ہے۔ جو میری پہلی زندگی پر کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے"۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲) اور معترضین کو جب کچھ نہیں سوجھتا۔ تو اس آیت کے معیار ہونے کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ احباب نے ملاحظہ کرلیا ہوگا۔ اور لطف یہ کہ ساتھ ساتھ یہ کہکر دبی زبان سے اقرار بھی کرتے جاتے ہیں "کہ آیت مذکورہ نبی صلعم کے ساتھ مختص ہے" اگر یہ آیت معیار ہی نہیں تو مختص کیسی؟

دوسرے اگر "یہ آیت نبی صلعم کے ساتھ مختص ہے" تو پھر "جدید خودساختہ" اور "نیا" معیار کیونکر ہوسکتا ہے۔ درانحالیکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی صداقت کے ثبوت میں کفار مکہ کے سامنے بڑے دعویٰ اور زور کے ساتھ پیش فرما چکے ہیں۔ اور کفار مکہ سے اس کا کچھ جواب بن نہ آیا۔ بلکہ اقرار کرنا پڑا۔ کہ "ماجوبنا علیک الاصدقًا" پس معترض کا یہ کہنا ہی غلط ہے۔ کہ آیت مذکورہ معیار نہیں ہوسکتی۔ وہ آیت بھلا کیونکر معیار صداقت نہیں ہوسکتی۔ جسے نبیوں کے سردار حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی صداقت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ خوب یاد رکھو۔ کہ ممکن ہی نہیں۔ کہ جو معیار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اصدق الصادقین سے مختص ہے وہ کسی کاذب انسان میں پایا جائے۔ اس سے تو معاذ اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا آپ میں وہ باتیں پائی جاتی تھیں۔ جو ایک کاذب میں پائی جاتی ہیں۔ (استغفر اللہ) بلکہ ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو نعوذ باللہ خدا تعالے پر الزام آتا ہے۔ کہ وہ اپنے پیارے راستبازوں کی خصوصیتیں کاذبوں میں ظاہر کرکے ایک عالم کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ (تعالیٰ عما یصفون)۔ مزید وضاحت کے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ کہ دھوآں آگ سے مختص ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ دھوآں پانی سے نکلنا شروع ہو جائے۔ اسی طرح یہ ناممکن ہے آنحضرت صلعم سے "مختص آیت" ایک کاذب کے لئے دلیل ہو سکے۔ اور اگر کوئی شخص اس کے باوجود ایسا کہتا ہے تو یا وہ تعصب سے اندھا ہو چکا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) سے دربردہ وجہ نقار رکھتا ہے۔ اور دل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا قائل نہیں۔ بلکہ خدا تعالے کی ذات پر یہ الزام دھرتا ہے کہ وہ راستبازوں کی خصوصیات کاذبوں میں ظاہر کر دیا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر کفار مکہ معترض کی طرح یہ کہنے پر اکتفا کرتے کہ یہ کوئی معیار نبوت نہیں۔ تو معترض کے پاس اس کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

معترض کے نزدیک اس کے اپنے الفاظ میں اس آیت کے معیار نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ "اگر یہ معیار نبوت ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس معیار کا خود اپنی زبان سے انکار کرتے ہیں۔ جبکہ فرعون مصر نے ان کی سابق زندگی کو احسان فراموشی وقتل قبطی وغیرہ سے متہم کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ فرعون نے کہا۔ ولبثت فینا من عمرک سنین۔ الآیۃ" معلوم ہوتا ہے۔ یہ کوئی پُرانا کینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کی نسبت نکالا گیا ہے۔ اور حضرت موسٰے علیہ السلام کی زندگی کو مکدر ثابت کرنے کی محض اس غرض سے کوشش کی گئی ہے۔ کہ تا مرزا صاحب کی صداقت ثابت نہ ہو۔ معلوم نہیں معترض کو کونسا

حجاب آگیا ورنہ وہ یہ ضرور پیش کر دیتا۔ کہ سچ بولنا بھی نبوت کے معیار کے منافی ہے۔ کیونکہ بعقیدہ وہابیاں حضرت ابراہیم علیہ السلامؑ اپنی زبان سے قیامت کے دن اقرار کرینگے۔ کہ میں نے تین جھوٹ بولے تھے۔"

اور اگر مجھے خوف طوالت مانع نہ ہوتا۔ تو معترض صاحب اور ان کے ہمنوا بزرگان کی راستباز اور مقدس انبیاء سے دشمنی آشکارا کرتا۔ فی الحال جناب اتنا ضرور سمجھ گئے ہونگے۔ کہ مرزا صاحبؑ کی عداوت میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی زندگی پر حرف لانے کی بے جا جسارت دکھائی گئی ہے۔ (اور اگر نفس موضوع سے انحراف نہ ہو تو مجھے یہ کہنے دیا جائے۔ کہ معترض صاحب ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر توہین انبیاء کا الزام لگاتے ہیں ؎

واعظان کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روندان کار دیگر مے کنند)

معترض کے نزدیک آیت فقد لبثت فیکم عمراً الخ اس لئے بھی معیار نبوت نہیں ہو سکتی۔ کہ "منکرین نے کہا کہ ہم قرآن کو اس صورت میں مان لینے کو تیار ہیں۔ کہ اس کو بدل کر دوسری کتاب لے آؤ۔ یا اسی میں کچھ ردّ و بدل کر دو۔ قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقراٰن غیر ھٰذا او بدلہ۔ ان کو جواب ملا۔ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائ نفسی (الیٰ قولہ) فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ (پ ۱۱ یونس) معلوم ہوا۔ کہ یہ بھی معیار نبوت نہیں ہو سکتا۔" (ص۶ رسالہ مذکور)

جن مقدمات پر بناء رکھتے ہوئے معترض صاحب کو "معلوم ہوا" وہ بجائے خود ایک معمہ ہیں۔ اور جہاں تک قوت متفکرہ کام کرتی ہے۔ یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ اس آیت شریفہ کے معیار صداقت نہ ہو سکنے کا یہی تصور ہے۔ کہ "منکرین نے کہا" اس "منکرین" کے "کہنے" کا کیا کہنا۔ ان کے کہتے ہی "معلوم ہونا" شروع ہو جاتا ہے۔ کہ "یہ بھی معیار نبوت نہیں ہو سکتا" محترم ناظرین اس استدلال پر ایک دفعہ پھر نظر ڈالیں۔ اور لطافت استدلال کی داد دیں۔ قارئین کی سہولت کے لئے مکمل پیرا نقل کر دیا گیا ہے۔ تا اس لطافت سے حظ اٹھانے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رہے)

اس قدر عرض کر دینے کے بعد اصل آیت شریفہ کے سیاق و سباق پر نظر کرنا ضروری ہے۔ تا واضح ہو جائے۔ کہ آیت شریفہ کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

واذا تتلیٰ علیھم اٰیاتنا بیّنٰتٍ قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقراٰن غیر ھٰذا او بدّلہ قل ما یکون لی ان ابدّلہ من تلقائ نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ قل لو شاء اللہ ما تلوتہٗ علیکم ولا ادراکم بہٖ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہٖ افلا تعقلون۔ فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب باٰیاتہٖ انہ لا یفلح المجرمون (یونس آیت ۱۵-۱۶-۱۷)

ترجمہ۔ اور جب ان پر ہماری کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تو جو ہماری ملاقات کی آرزو نہیں رکھتے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس قرآن کے سوا کوئی اور لا یا اس کو ادل بدل کر دے۔ تو کہہ کہ یہ میرے لئے ممکن نہیں۔ کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو محض اسی کی پیروی کرتا ہوں۔ جو کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ تو یقیناً میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تو کہہ کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ میں تم پر اس کو پڑھتا۔ اور نہ وہ تم کو یہ بتاتا۔ پس یقیناً میں اس سے پہلے تم میں بڑی عمر رہ چکا ہوں۔ کیا (تم یہ جانتے ہوئے) پھر نہیں سمجھتے۔ سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو کہ اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ یہ بات یقینی ہے۔ کہ (اللہ سے تعلق) توڑنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

اس سے مندرجہ ذیل امور بالوضاحت ثابت ہیں۔

خدا کی ملاقات کی آرزو نہ رکھنے والوں نے یہ چال چلی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا۔ کہ اس قرآن کو بدل دو۔ تا اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسے بدل دیں۔ تو لوگوں پر ثابت ہو جائے۔ کہ یہ قرآن اپنے پاس سے بنایا کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ جواب دیا گیا۔ کہ بدلا اس وجہ سے نہیں جا سکتا کہ یہ خدا کا الہام ہے۔ خدا کا کلام ہے۔ خدا کی وحی ہے۔ اس لئے یہ متغیر۔ متبدل نہیں کیا جا سکتا۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ یہ خدا کا الہام ہے۔

تو اس کا ثبوت یہ دیا۔ کہ اگر خدا کے منشاء کے ماتحت میں نے یہ الہامات پیش نہ کئے ہوتے۔ تو تمہارے سامنے میری سوانح زندگی میں اس سے پہلے بھی کوئی اس قسم کی مثال ہوتی۔ کیا تمہاری عقل میں یہ بات نہیں آسکتی۔ کہ ایک انسان نے چالیس برس تک (جبکہ وہ جوانی کے تمام مراحل طے کر چکا اور ادھیڑ عمر بھی ختم ہونے کو ہے۔ بلکہ خدا کے حضور پیش ہونے میں کوئی زیادہ وقت اس کے سامنے نہیں) کبھی کسی انسان کے متعلق بھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ بڑھاپے کی عمر میں یکدم خدا پر جھوٹ نہیں باندھ سکتا۔ افلا تعقلون کے الفاظ قابل غور ہیں۔

جس میں ہر انسان کو (خواہ وہ کسی کتاب کا یا کسی نبی کا ماننے والا ہو یا نہ ہو) عقلی دلیل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ وحی والہام درست ہے۔ کیونکہ چالیس سال پہلے کبھی کسی انسان کے متعلق جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ صدوق اور امین کا لقب پایا۔ یعنی بلحاظ قول اور فعل کے صدق پر کاربند رہے۔ تو یہ ناممکن ہے کہ آج یکدم آکر خدا تعالےٰ کی ذات ارفع واعلےٰ پر جھوٹ باندھنا شروع کردیں۔

مزید وضاحت کے لئے جب ہم قرآن پاک کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو اس کی تائید میں متعدد آیات نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ کی آیت یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ملاحظہ ہو۔ یعنے نبی کی شناخت اس طرح کی جاسکتی ہے۔ جس طرح کہ بیٹے کی۔ اور بیٹے کے حلال زادہ ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ اس کی والدہ کہتی ہے۔ کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے حالانکہ ایک عورت ناقص العقل والدین کی گواہی عدالت بھی قبول نہیں کرتی۔ مگر باوجود اس کے ایک مرد صرف اسی عورت کی گواہی پر بچے کو اپنے نطفہ سے قرار دیتا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی ساری کمائی اور اپنی ساری جائداد وقف کردیتا ہے۔ اور اگر اس مرد سے سوال کیا جائے۔ کہ تمہارے پاس اس امر کی کیا دلیل ہے۔ کہ یہ تمہارے نطفہ سے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ تو وہ جواب دیگا۔ کہ میری بیوی کہتی ہے۔ اور میں اپنی بیوی کو جانتا ہوں۔ کہ وہ پاک دامن ہے۔ کیونکہ اس نے اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں کسی غیر کا مُنہ نہیں دیکھا۔ لہذا اب بھی جو بات وہ کہتی ہے درست ہے۔" اس کا عربی ترجمہ کرو۔ تو یہی ہوگا۔ کہ "لقد لبثت عمرًا من قبل فما علمت فیھا سوءًا فکیف لا اعقل انھا صادقۃ فی دعواھا"۔ اب ان الفاظ کو قرآن شریف کی آیت سے علاوہ مفہوم اور دلیل کو متحد المعنی پاؤ گے۔ اب ذرا اسی دلیل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں دیکھو آپؑ فرماتے ہیں:-

"اور تم کوئی عیب۔ افترا۔ یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو۔ کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے۔ کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بھی ایسے ہی الفاظ میں تحدی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ (یوحنا ۴۶؍۸) "تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے؟"

(۲) قرآن پاک میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے الفاظ حکایتاً بیان ہوئے۔

یاصالح قد کنت مرجوا قبل ھذا۔

اے صالح تیرے ساتھ (قبل ہذا) اس دعوے سے پہلے ہماری (قوم کی) بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ کہ بڑا ہوکر قوم کی خدمت وغیرہ کرے گا۔ مگر تو نے تو یہ دعویٰ کرکے اس قدر گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے کہ ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ نبی کی (دعویٰ سے) پہلی زندگی نُور ہوتی ہے۔ مخالفین مانتے ہیں۔ کہ ما جربنا علیک الا صدقاً۔ لیکن محض اپنے ضد اور تعصب سے اندھے ہوکر انکار کردیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ تو مفتری علی اللہ ہے (معاذ اللہ) حالانکہ پہلے اقرار کرچکے ہوتے ہیں۔ کہ تو بڑا راستباز اور امانت شعار ہے۔ اور اس طور سے اپنے کفر پر مہر کرتے ہیں۔

یہی حال اس زمانہ کے امام کے مخالفین کا ہوا۔

پس اس امر میں کوئی کلام کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ آیت زیر بحث مع اپنے شواہد قطعیہ یقینیہ کے زبردست دلیل ہے اس بات کی نبی کی دعویٰ سے پہلی زندگی کی پاکیزگی نبی کے دعویٰ کا پختہ ثبوت ہوسکتا ہے پس یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرتی ہے۔ جیسا کہ میں ذکر کر آیا ہوں۔ مخالفین احمدیت جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس سالہ زندگی پر باوجود مختلف تحدیوں کے کوئی عیب ثابت نہ کرسکے۔ بلکہ علماء ھم صاف صاف الفاظ میں اقرار کرچکے کہ آپ کی پہلی زندگی بے عیب تھی۔ تو اب معترضین کے ہاتھ میں صرف ایک ہی حربہ تھا۔ کہ وہ یہ کہدیتے۔ کہ یہ آیت

(۱) معیار ہی نہیں۔

(۲) (اگر معیار ہے تو) آنحضرت صلعم سے مختص ہے سو اس کا جواب اوپر ذکر ہوچکا۔

اب معترضین کی آخری دلیل یہ ہے کہ معیار نبوت وہ ہے۔ جس پر تمام پیغمبر برابر اُتریں۔ ان الفاظ پر جوں جوں غور کیا جائے۔ اس کی حقیقت واضح ہوتی جاتی ہے۔ اور تعجب ہوتا ہے۔ کہ اتنی موٹی بات بھی معترض کی سمجھ سے بالا رہی۔

معترض صاحب اگر آیت کے محل پر ذرا غور کرتے۔ تو انہیں معلوم ہوجاتا۔ کہ ان کا یہ فقرہ سراسر غلط خیال پر مبنی ہے۔

واضح رہے کہ اس آیت کے اول مخاطب مشرکین مکہ تھے۔ جن کا ایمان کسی کتاب یا نبی پر تو کجا وہ توحید خالص سے بھی بے بہرہ تھے۔ ان کے سامنے اس معیار کا پیش کرنا اس اصل کو مان کر تو نہیں ہوسکتا۔ کہ معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام پیغمبر برابر اُتریں۔ ان کے سامنے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی نبی نہ تھا جس کے معیار پر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پرکھتے۔ شاید معترض کہے کہ کفار مکہ کم از کم اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو مانتے تھے۔ تو میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا حضرت ابراہیمؑ

علیہ السلام کے متعلق آپ کی کتب میں نہیں لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے صدیق اور خلیل اللہ ابو الانبیاء نے تین جھوٹ بولے تھے۔"

پس اوّل تو "تمام پیغمبر برابر اُترے ہیں" اس لحاظ سے صحیح نہیں۔ کہ کفار کے سامنے پیغمبر تھے ہی نہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کس پر قیاس کرتے۔ دوسرے اگر ان کے سامنے کوئی پیغمبر تھا بھی تو اس کے متعلق آپ کفار کو یہ سکھاتے ہیں۔ کہ اس نے تو تین جھوٹ بولے تھے۔ ذرا اس معیار پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پرکھو۔ کیونکہ تمام پیغمبروں کو برابر اتارنا مقصود ہے۔

اب دو صورتوں میں سے ایک ہی صورت ہے۔ یا یہ قبول کرو۔ کہ تین جھوٹوں (بقول آپ کے) والے معیار پر سب انبیاء کو اور سید ولد آدم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) برابر اُتارو۔ یا یہ کہو۔ کہ آپ کا سب پیغمبروں کا برابر اُتارنا ہی غلط ہے۔ میرے مشورہ کے رو سے تو دوسری بات آپ کے لئے ماننا زیادہ آسان ہے۔ اور اگر سب پیغمبروں کو برابر اُتارنے پر کمر باندھی ہے تو "ہر چہ خواہی کن"۔

معترض کے نزدیک اصل معیار نبوت انبیاء کی پیشگوئیاں ہیں۔ لکھتے ہیں "معیار نبوت یہ ہے۔ کہ پیغمبر وحی ربانی سے جو خبر دیتا ہے جو پیشگوئی کرتا ہے وہ بالکل حرف بحرف سچی ہوتی ہے" (ص۳)

ماننے والے کے لئے یہ دلیل بہت وزنی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا فی الواقع مخالفین کے نزدیک یہ دلیل صداقت ہے۔ اور کیا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی نبی کے مخالفین نے پیشگوئیوں کے ذریعہ سے سچا مان لیا۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔

یہودی آج تک تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوئے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی کوئی پیشگوئی بھی سچی نکلی ہو۔ بلکہ وہ انجیل سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ مسیح نے ایک ہی پیشگوئی پر حصر کیا۔ کہ "سوائے یونس نبی کے نشان کے اور کوئی نشان نہ دکھایا جائے گا" اور وہ بھی درست نہ ہوا۔ کیونکہ لکھا تھا۔ کہ "جیسا یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہا اسی طرح ابن آدم زمین کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے گا"

وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی دو وجہ سے باطل ہے۔ اوّل یونس نبی سے مماثلت نہیں۔ کیونکہ یونس تو مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوا۔ اور زندہ ہی نکلا۔ مگر (اے عیسائیو) تم کہتے ہو کہ مسیح قبر میں مُردہ داخل ہوا۔ مماثلت کیا رہی۔

دوسرے یونس نبی تین دن اور تین راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہا لیکن مسیح تو دو راتیں اور ایک دن رہا۔

پس یہودیوں کے نزدیک تو مسیح نے ایک ہی پیشگوئی کی۔ اور وہ بھی عیسائیوں کے مسلمات کی رو سے درست نہ نکلی۔

پس مہربانی فرما کر اپنے خود ساختہ معیار کو ایک طرف رکھیں۔ اور یہودیوں کے اس اعتراض کو دوسری طرف پھر فرمائیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت یہودیوں کے نزدیک ثابت ہے۔ کیونکہ ایک ہی معیار نبوت تھا۔ کہ پیشگوئی سچی نکلے۔ مگر انجیل کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی سچی نہیں نکلی۔ کیا آپ کی اس منطق کا نتیجہ واضح نہیں۔ کہ معاذ اللہ حضرت مسیح علیہ السلام معیار نبوت پر پورے نہیں اُترتے :

علاوہ ازیں معترض نے ص۹ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور احادیث سے دس پیشگوئیاں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔ جو آج سے قبل پوری ہو چکیں۔ "امنّا و صدقنا"۔ مگر یہ تو فرمائیے۔ کہ ان کی صداقت کے غیر بھی قائل ہیں؟ اور ان کے نزدیک یہ پیشگوئیاں حجت ہیں؟ بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ کہ آپ بھی ان پیشگوئیوں کے ماننے والے نہیں۔ صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ یہ ماضی میں پوری ہوئیں۔ اور اگر آپ اس زمانہ میں ہوتے تو ہرگز نہ ایمان لاتے۔ کیونکہ آخر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں زمانہ ماضی تک ہی محدود نہیں ہوگئیں۔ بلکہ اس زمانہ کے متعلق بھی عظیم الشان پیشگوئیاں تھیں۔ اور آپ کے آباؤ اجداد اس زمانہ کے امام کو ترستے اور سلام دیتے ہوئے خدا کے پاس چلے گئے۔ لیکن آپ ہیں۔ کہ "فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ"

پس ہم کیونکر مان لیں۔ کہ آپ پیشگوئیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جبکہ زمانہ حال کی کھلی کھلی پیشگوئیاں جو الآیات بعد المائتین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے۔ پوری ہونے پر صاف انکار کر دیا۔ جب آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حال کے "معیار نبوت" (پیشگوئیوں) کو نہیں مانتے تو ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کے معیار کو مان کر اپنے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں ؎

جانم فدا شود برہ دین مصطفےٰ !
ایں است کام دل اگر آید میسرم !

پھر اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دس پیشگوئیوں پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ جیسا میں اوپر بیان کر چکا ہوں کوئی نبی بھی غیروں کے اعتراض سے نہیں محفوظ رہا۔ غیر تو الگ رہے خود یہود (کے متعلق) بنی اسرائیل کے نبیوں سے جو عناد رکھتے رہے۔ اس آیت میں مذکور ہے۔ "افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون" جب کبھی بھی کوئی رسول آیا۔ تمہارے پاس

(بقیہ مضمون دیکھو ص۱۷ کالم اول)

مولوی عمرالدین صاحب شملوی کے مُطالبہ کا ایفاء

(از ماسٹر محمد علی صاحب اظہر)

(۱)

اخبار پیغام صلح مطبوعہ ۱۵ فروری ۱۹۳۶ء میں "قادیانی جماعت سے مطالبہ کی یاددہانی" کے عنوان سے مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے ایک مضمون شائع کرایا ہے۔ جس میں خاکسار سے مطالبہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔ مولوی صاحب یا ادارہ اخبار کا فرض تھا۔ کہ بطور یاددہانی اخبار کا وہ پرچہ خاکسار کے نام پر بھی ارسال کرتے۔ تا مطالبہ کے ایفاء میں دیر نہ ہوتی۔ مگر ان کا منشاء تو محض خاکسار کو بے خبر رکھ کر اپنی کامیابی کا ڈھونگ رچانا تھا۔ اور اس کے لئے انہوں نے محض اخبار میں مضمون دے دینا ہی مناسب سمجھا۔ ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء کو اتفاقاً ایک دعوت ولیمہ میں مکرمی میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر اخبار فاروق کے ساتھ خاکسار کو ملاقات کا موقعہ ملا۔ خاکسار کو دیکھ کر انہیں شملوی صاحب کا مطالبہ یاد آگیا۔ اور خاکسار سے اس کا ذکر فرمایا۔ چونکہ ان دنوں میں ہمارے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں سالانہ امتحان ہو رہا تھا اس لئے خاکسار کو فرصت نہ تھی۔ بعد فراغت اب مطالبہ کو پورا کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے قبل اصل واقعہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خاکسار کی ڈیوٹی بیرون شہر کے تنوروں کے انتظام پر تھی۔ کہ وہاں پر میرے ایک دوست تشریف لائے اور احاطہ سے باہر شملوی صاحب کے پاس لے گئے۔ شملوی صاحب نے خاکسار سے مکتوبات مجدد صاحب سرہندی میں سے ایک حوالہ کا مطالبہ کیا۔ خاکسار نے عرض کیا۔ کہ اب میں سخت مصروف ہوں۔ جلسہ سے فراغت پر آپ ایک خط کے ذریعہ سے یاددہانی فرماویں۔ میں حوالہ پیش کر دوں گا۔ مگر مولوی صاحب نے آج تک یاددہانی کے لئے کوئی خط ارسال نہیں فرمایا۔ اور خاکسار کو بھی سالانہ امتحان کے قرب کی وجہ سے تعلیمی مصروفیت اس قدر تھی۔ کہ یاد ہی نہیں آیا۔ اگر یاد آ بھی جاتا۔ تو شملوی صاحب کا پتہ معلوم نہ تھا۔ اب چونکہ انہوں نے اخبار کے ذریعہ سے مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے خاکسار بھی اخبار فاروق کے ذریعہ سے اس کا مفصل جواب ارسال کرتا ہے۔

شملوی صاحب۔ سالانہ جلسہ ۱۹۳۵ء کے موقعہ پر میں نے قادیان میں بعض قادیانی دوستوں سے یہ کہا تھا۔ کہ حقیقۃ الوحی میں جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔ کہ میں ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے "کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں" حقیقۃ الوحی کی اس عبارت کا منشاء یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود مجازاً نبی ہیں نہ کہ حقیقتاً۔ یا یہ کہ ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی سے مراد محدث ہی ہے۔

اظہر۔ (۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقۃ الوحی میں اور دیگر کتب میں "ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی" سے مراد نبی ہی بیان فرمائی ہے۔ محدث نہیں بیان فرمائی۔ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل۔

(۱) واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے۔ کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

(۲) غرض اس کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے **میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں** اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

(۳) اس امت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۲۸)

اس حوالہ میں بھی کے لفظ سے جو زور دیا گیا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ نبی سے مراد نبی ہی ہے محدث نہیں اور اپنے آپ کو ان ہزارہا اولیاء سے جن میں سے بعض محدث بھی تھے مستثنےٰ فرمایا ہے۔

(۴) جس آنے والے مسیح موعودؑ کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے۔ اس کا انہی حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے۔ کہ وہ نبی بھی ہوگا۔ اور امتی بھی۔ مگر کیا مریم کا بیٹا اُمتی ہو سکتا ہے۔ کون ثابت کرے گا۔ کہ اس نے براہ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے **درجہ نبوت پایا تھا۔**

(حقیقۃ الوحی ص ۲۹)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درجۂ نبوت پر فائز ہونے کے لحاظ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اپنی مانند قرار دیا ہے۔ مگر اُمتی ہونے کے لحاظ سے اپنے مقام کو بالا دکھایا ہے۔ اور اس درجہ نبوت کا نام محدثیت نہیں رکھا جا سکتا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام شریک ہیں۔

(۵) خدا کی مُہر نے یہ کام کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا۔ کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے۔ اور ایک پہلو سے نبی۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۶-۹۷) اس حوالہ میں ایک پہلو سے نبی کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ محدث تراش ہے۔

(۶) خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت **سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔** اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

اس حوالہ میں یہ ثابت فرمایا ہے۔ کہ نبوت کا مقام حاصل کرنے کی وجہ سے میں نبی ہوں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے یہ مقام حاصل کرنے کی وجہ سے اُمتی ہوں۔ پس یہاں بھی حصولِ مقامِ نبوت کا اقرار ہے۔ جو مقام محدثیت سے بالا ہے۔

(۷) عزیزو جبکہ مَیں نے ثابت کر دیا۔ کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور آنے والا مسیح میں ہوں۔ تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حَکَم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے۔ خدا نے اپنے وعدے کے موافق مجھے بھیج دیا۔ اب خدا سے لڑو۔ ہاں میں صرف نبی نہیں۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی بھی۔ تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

اس سے پہلی تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے کئی ایک دلائل کے ساتھ افضل ثابت کیا ہے۔ اور بعد میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقیدہ میں نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہے اور حَکَم ہے۔ اسی لئے ہر رنگ میں اپنی فضیلت حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر دکھائی ہے۔ پس ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی کہنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضور نے نبوت کا مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور کمال فیضان کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ حصولِ مقامِ نبوت سے کوئی انکار نہیں۔ اور محدثیت کی طرف اشارہ تک نہیں ہے۔

(۸) ”صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

چنانچہ وحی الٰہی میں ہم ایسا ہی دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ یا نبی اللہ کنت لا اعرفک (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱) لا تخف انی لا یخاف لدیّ المرسلین۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹-۹۱)

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۱) (انی مع الرسول اقوم صفحہ ۸۵) ما ارسل نبی الا اخزیٰ بہ اللہ قوماً لا یومنون صفحہ ۹)

غرضیکہ خدا تعالےٰ نے صریح طور پر نبی اور رسول کے نام سے کثرت سے پکارا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اپنی وحی میں کہیں نہیں فرمایا۔ یہ محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی طرف سے حصولِ مقام نبوت کے ذریعہ کی تشریح ہے۔ ورنہ خدا تعالےٰ نے محض نبی اور رسول کے ناموں سے حضور کو پکارا ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ حضورؑ کو نبی اور رسول کے نام سے پکارتا ہے۔ اور حضور بھی اپنے آپ کو نبی اور رسول کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ تو محدث کا لفظ ان عبارتوں میں کس طرح کھپ سکتا ہے محض شملوی صاحب کے کہہ دینے سے؟

(۹) مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے۔ اور جبکہ وہ **مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔** پس یہ ممکن نہ تھا۔ کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا۔ کہ کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے۔ اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی۔ کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی۔ اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپؐ کی قوتِ قدسیہ ناقص ٹھیرتی تھی۔ اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا۔ اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھیرتا تھا۔ مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی۔ کہ اگر یہ کمال

کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا۔ تو ختم نبوت کے معنی باطل ہوتے تھے۔ پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالےٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے۔ اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور اُمتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کے محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا۔ اور دوسری طرف اتم .. اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔

پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو۔ تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایۂ جدیدہ میں جلوہ گر ہوئی۔ یہی معنی اس فقرہ کے ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کے حق میں فرمایا۔ کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے۔ ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جرأت نہیں۔"

(ریویو جلد ۵ ۱ صفحہ ۲۸-۲۹ الوصیت)

حوالہ مذکورہ بالا میں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ اُمتی بھی کہلا سکتا ہے۔ اور کامل پیرو کے مرتبہ کا نام نبوت فرمایا ہے۔ اور اس نبوت کو نبوت محمدیہ ہی فرمایا ہے۔ جو ایک پیرایۂ جدیدہ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور اس نبوت کے مقام کو امت محمدیہ میں سے مسیح موعودؑ سے مخصوص فرمایا ہے اور حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ میں بھی جو مضمون ہذا کے ۲ میں مذکور ہے۔ یہ مقام نبوت مسیح موعودؑ سے ہی مخصوص فرمایا ہے۔ اور مندرجہ بالا حوالہ جات میں سے کسی ایک میں بھی اُمتی نبی کو محدث کے نام سے یاد نہیں فرمایا۔ یہ محض شملوی صاحب کی ایجاد ہے۔ ورنہ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں سے ایسے حوالے پیش کرتے جن میں حضرت اقدس نے اُمتی نبی کے معنی محدث بیان فرمائے ہوں۔ مگر چونکہ ایسا کہیں نہیں۔ اس لئے انہیں اپنی طرف سے ہی اِدھر اُدھر کی تاویلیں کرنی پڑیں۔ تاکہ اپنی تزویر کو پردۂ اخفا میں رکھ سکیں۔

(۱۰) اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعودؑ کا نام نبی رکھا گیا۔ **اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔** .... پس میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں۔ کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں۔ تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵)

اس تحریر نے تو شملوی صاحب کے سارے تار و پود کو ادھیڑ کر رکھ دیا۔ اور محدثیت کی بحث کا صفایا کر دیا ہے۔ (تلک عشرۃ کاملۃ)

شیعہ مشن

حدیث قرطاس پر چند عقلی دلائل

اہل شیعہ عموماً حدیث قرطاس پر زیادہ بحث کیا کرتے ہیں۔ اور اسی حدیث کو حضرت علیؓ کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر پیش کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث دونوں فریقوں یعنی اہل سنت والجماعت اور شیعہ حضرات میں مسلمہ ہے۔

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ایام مرض میں فرمایا۔ "قلم دوات لاؤ۔ تا میں تمہیں ایسی وصیت لکھ دوں۔ کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ حاضرین میں بحث شروع ہوگئی۔ کوئی کہتا۔ قلم دوات لے آؤ۔ اور کوئی انکار کرتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نبی کے پاس شور وچھا نہیں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اہل شیعہ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت علی کے حق میں فیصلہ خلافت لکھنا چاہتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے اپنے خلاف فیصلہ سمجھ کر قلم دوات لانے سے انکار کر دیا۔ اور آنحضرت صلعم کے حکم کی صریحاً نافرمانی کی۔

اب یہ حدیث ہمارے سامنے ہے۔ ہم ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرتے ہیں۔ کہ اصل بات کیا ہے؟

اللہ تعالےٰ اپنے رسول حق کو فرماتا ہے۔ کہ ہمارا نبی اس وقت تک کوئی فیصلہ یا حکم صادر نہیں کرتا۔ جب تک ہم اس کی طرف وحی نہ کریں۔ اب غور کرنا چاہیئے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کہ قلم دوات لاؤ الا آخرہ؟ حکم خداوندی کے ماتحت تھا۔ یا اپنا ذاتی فعل ارشادِ باری کے ماتحت ہم اس فعل کو ذاتی فعل نہیں قرار دے سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دے سکتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ارشاد کو سرانجام دیا جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ حسبنا اللہ کتاب اللہ کا فقرہ سنکر ایسے خاموش ہوئے ہیں۔ کہ تادمِ آخر حضور نے نہ قلم دوات منگوائی اور نہ ہی وصیت تحریر کروائی۔

اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ سے ڈر گئے۔ کہ اگر عمرؓ خلاف ہو گئے۔ تو (نعوذ باللہ) سارا کام بگڑ جائے گا۔ یا آپؐ کا مطلب پورا ہو گیا تھا۔ جو آپ تحریر کروانا چاہتے تھے۔ وہ شخص جس کے سامنے قریش کا ایک زبردست وفد چچا ابوطالب کی معیت میں یہ درخواست لیکر آیا۔ کہ اے ابوطالب اپنے بھتیجے سے کہدو۔ کہ اگر وہ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) دولت۔ خوبصورت عورت۔ حکومت غرض ہر شے جو ہمارے پاس ہے لینا چاہتا ہے لیلے لیکن بُتوں کی رسوائی نہ کرے۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور حضرت ابوطالب نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ میرے پیارے بھتیجے یہ وفد جو کچھ بیان کر رہا ہے۔ تم کو منظور ہے۔ تو وہ خدا کا فرستادہ۔ اللہ کا رسول۔ توحید کا دلدادہ باوجودیکہ اپنے بزرگوار چچا کی کفالت میں تھا۔ اور چچا نے بہت محبت سے پالا تھا۔ یوں گویا ہوا۔ کہ اے بزرگوار چچا! اگر میرے دائیں بائیں سورج چاند رکھ دیئے جائیں۔ تب بھی میں اپنے آقا کے حکم کو نہیں چھپا سکتا۔ یہ کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس وقت کا اندازہ کرنا ہمارے خیال سے بعید ہے کہ ایک طرف عرب کے معزز سردار اور قبیلہ قریش کے بڑے بڑے اکابر جمع ہیں۔ اور ایک طرف ایک یتیم بچہ بے پدر بے ماں اپنے اِن ٹل ارادے سے باز نہیں آتا۔ یکہ و تنہا ہونے کی صورت میں اس کے قلب صمیم پر عرب کی خون آشام تلواریں اور خوفناک سازشیں ذرہ بھر خوف پیدا نہیں کر سکیں۔ اور وہ دنیا کے مال و زر اور جاہ و مرتبت کو بُری طرح ٹھکرا دیتا ہے۔ تو پھر وصیت کے وقت کونسی طاقت تھی۔ جو اسے اسی آقا کا حکم پورا کرنے سے روکتی۔ جبکہ اس وقت ایسے ایسے لوگ بھی جمع تھے۔ جو حضورؐ پر خون اور پسینہ ایک کرنے والے تھے۔ پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے جو کچھ کیا۔ درست کیا۔ اُمتِ مسلمہ کو قرآن کی تاکید فرمانا چاہتے تھے۔ اور یہی فقرہ فاروق اعظم نے کہا۔ جس سے آپ کا مقصد پورا ہو گیا۔ اور آپ آخری دم تک نہ بولے۔ ورنہ آپ اس کے بعد ہی حضرت علیؓ کے حق میں فیصلہ کر دیتے یا اوروں کو نہ سہی کم از کم اہل البیت کے آگے ہی بیان فرما دیتے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اس کے بعد نہ تو حضورؐ نے کچھ فرمایا۔ اور نہ صحابہؓ میں سے ہی کسی نے پوچھا۔ کہ حضورؐ کا اصل منشاء کیا تھا۔ اور تو بھلا غیر مستحق سہی۔ کیا حقداروں نے بھی نہ پوچھا ہو گا۔ کہ حضورؐ کی وصیت کس قسم کی تھی۔ اور پھر اہل البیت میں سے آج تک ایک گواہی بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ کہ حضورؐ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ کہ میں وصیت خلافت علیؓ کے بارے میں لکھوانا چاہتا تھا۔

اب ہم قرآن مجید سے دیکھتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کو اپنی زندگی میں کس چیز کی تمنا تھی۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف قرآن مجید کو نہ چھوڑنے کی تاکید تھی۔ جس طرح اللہ تعالےٰ تاکید کرتا ہوا فرماتا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا۔ اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا تا تم میں تفرقہ نہ پڑ جائے۔ تفرقہ کے دوسرے معنی گمراہی کے بھی ہیں۔ کیونکہ تفرقہ تب ہی پیدا ہوتا ہے۔ جب لوگوں کے دل سے خوفِ خدا دور ہو جائے۔ اور ہر ایک اپنے نفس مذمومہ کے ماتحت اپنے مقاصد و اغراض کو مدنظر رکھے۔ اب حدیث کے الفاظ اور مذکورہ آیت کریمہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور اسی ارشاد خداوندی کے پیش نظر حضور وصیت فرمانا چاہتے تھے۔ اور یہی بات فاروق اعظمؓ کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور آپ بے اختیار پکار اُٹھے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کلام بغیر کوئی چیز ہمیں گمراہی سے نہیں بچا سکتی۔ اور آنحضرتؐ کا مقصد حل ہو گیا۔ اور آپ نے وصال کی آخری گھڑیوں تک پھر دوبارہ کوئی حکم اس بارے میں ارشاد نہ فرمایا۔ غرض کہ آیت کریمہ اور حدیث شریف دونوں ایک ہی مطلب رکھتی ہیں۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آل کی تابعداری بھی آپ نے لازمی قرار دی۔ میں کہتا ہوں۔ درست ہے۔ مگر کسی خاندان کے لئے یا آل رسول کے لئے کوئی حکم خداوندی نہیں۔ کہ یہ لوگ تا قیامت صحیح عقائد اور صراط المستقیم پر قائم رہیں گے۔ اگر ایسا کوئی حکم ہوتا۔ تو آج خاندان سادات کی حالت خواہ وہ غربت میں ہوں۔ یا امیری ٹھاٹھ میں بگڑی نظر نہ آتی۔ مگر قرآن کے متعلق حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ کہ ہم قیامت تک اس کتاب کے محافظ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آل سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو امت محمدیہ میں بہترین طور پر قرآن کی پیروی کرینگے۔ نہ کہ صرف خاندان سادات۔ ہاں اس وقت کے لوگ جنہوں نے بہترین طور پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور پیروی کی آلِ محمد کہلائے۔ آل کا لفظ نیک ہونے کی صورت میں مشروط ہے۔ اگر سادات کے اعمال بموجب ارشاد نبوی نہیں۔ تو آل کہلانا ان کے لئے ایک ظلم اور لعنت ہے۔ ہاں صرف نام باقی ہے۔ کام نہیں۔ آل تو وہی ہے۔ جس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت تقویٰ کی

راہ پر قدم مارا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس چیز نے تا قیامت نہ بگڑنا تھا۔ وہ صرف خدا کا کلام قرآن مجید تھا۔ اور اسی کے متعلق حضورؐ وصیت لکھنے کا ارشاد فرمانا چاہتے تھے۔

آلِ محمدؐ وہی لوگ ہیں۔ جن کے اعمال و اقوال کی قرآن تصدیق کرے۔ ورنہ اپنے زبانی دعوؤں سے کوئی آل محمد نہیں کہلا سکتا۔ اور یہی مساوات ہے۔ جس کو اسلام نے دنیا میں پیش کیا۔ خاندان محض شناخت کے لئے ہے۔ خدا کے نزدیک وہی پسندیدہ اور متقی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے ہر حالت میں ڈرے۔ اور احکام خداوندی کو پسِ پشت نہ ڈالے۔ کیا کسی زمانے میں بنی اسرائیل کو خدا نے دونوں جہانوں پر فضیلت نہ دی تھی؟ دی تھی مگر ایک شرط تھی۔ کہ فضیلت کا مقام اسی وقت تک ہے۔ جب تک تم میرے عہد (انصاف۔ نشر توحید) کو پورا کرو گے۔ جب تک بنی اسرائیل نے عہد خداوندی کو پورا کیا۔ فضیلت کے مقام پر رہے۔ لیکن جب انبیاء کی ناحق مخالفت کی۔ بندر۔ سؤر جیسے ذلیل خطابوں سے ملقب کئے گئے۔ پس خاندان کی فضیلت کو جتا کر اپنی فضیلت کو پیش کرنا حد درجہ کی حماقت اور بزدلی نہیں تو اور کیا ہے؟

آمدم برسر مطلب۔ اب دیکھئے قرآن کے اور مقام پر رسول کریمؐ کی زبان پر یہ الفاظ آتے ہیں۔ یارب قومی اتخذوا هٰذا القرآن مهجورًا۔ اے پروردگار عالم اس میری قوم نے میرے کلام کو چھوڑ دیا۔ دور کر دیا۔

اب دیکھئے یہاں بھی قوم کی گمراہی کا باعث قرآن کی مہجوریت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو چیز امت مسلمہ کو گمراہی سے بچانے والی تھی۔ وہ صرف خدا کا پاک اور مبرا کلام قرآن حکیم تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قوم کو گمراہی سے بچانے کے لئے قرآن پر استحکام سے چلنے کی وصیت فرمانا چاہتے تھے۔ اور یہ مقصد آپ کا حضرت عمرؓ کے کلام سے پورا ہو گیا۔ ورنہ کون بے وقوف اور عقل کا کورا آنحضرتؐ کی ذات پر اخفائے وحی اور خوف عمرؓ کا الزام لگا سکتا ہے۔ ماضی حال مستقبل میں صرف قرآن ہی انسانی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ احادیث و دیگر کتب سب قرآن کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ اُن میں شک کا گمان ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن میں شُبہ لانا ذات باری پر عالم الغیب اور ہمہ دان نہ ہونے کا بدیہی اعتراف ہے۔

اس کے بعد ہم انتخابِ خلافت کو لیتے ہیں۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہو گئے۔ تو اس وقت تینوں گروہ بنی ہاشم۔ انصار۔ مہاجرین میں سے ہر ایک یہی چاہتے تھے۔ کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ ہم حضرت علی پر ہرگز ہرگز الزام نہیں لگاتے کہ آپ کے دل میں خلافت کی ہوس تھی۔ کیونکہ یہ وہ قلب مطہرہ تھا۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور اپنے پیارے رسول عربی کی معیت اور دامادی کا شرف بخشا۔ مگر ہم قارئین کو صرف ایک واقعہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر رسول اللہؐ نے بقول شیعہ عقیدہؐ خفیہ طور پر بھی اپنے اہل البیت یا حضرت مشکلکشاء کو حقِ خلافت کا مستحق ٹھیرایا تھا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ صدیق اکبرؓ کے انتخاب کے وقت کسی ایک صحابی یا خاندانِ بنی ہاشم کے منہ سے یہ فقرہ نہ نکلا۔ کہ حضرتؐ کا فرمان حضرت علیؓ کے حق میں ہے۔ آپؓ ہرگز مستحق خلافت نہیں۔ مگر ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں میں سے ہرگز کسی نے اس بات کا اظہار نہ کیا اگر شیعہ احباب یہ کہیں۔ کہ اس وقت بنی ہاشم کی کون سنتا تھا۔ تو میں دست بستہ عرض کرتا ہوں۔ کہ پھر حضرت کا فرمان کیا نعوذ باللہ لغو اور بے معنی تھا۔ اور کیا تمام مسلمانوں میں سے کوئی نصف حصہ بھی کامل ایمان نہ رکھتا تھا۔ گو بقولِ شیعہ حضرات اُن کی کوئی نہ مانتا۔ لیکن بہر حال یہ تو معلوم ہو جاتا۔ کہ آنحضرتؐ کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس طرح صحیح انتخاب کا پتہ لگ جاتا۔ انتخاب صدیقؓ پر حضرت علیؓ کا استحقاق نہ جتلانا اور کسی ایک اہل البیت کا اس وقت یا بعد میں نہ بولنا ثابت کرتا ہے۔ کہ انتخاب درست تھا۔ اگر آنحضرتؐ کا فیصلہ خفیہ یا اعلانیہ کسی رنگ میں حضرت علیؓ کے حق میں ہوتا۔ تو بنی ہاشم کی غیرت یا بہادری کسی سے مخفی نہ تھی۔ تمام ان لوگوں کو جو آنحضرتؐ کے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کو تیار نہ تھے۔ تلوار کے گھاٹ اُتار کر منافقین کا قلع قمع کر دیا جاتا۔ اور پھر نئے سرے سے احیائے اسلام ہوتا۔ اہل شیعہ بتائیں۔ کہ حضرت علیؓ کی بہادری صرف زبانی داستاں ہے۔ یا واقعی آپ باغیرت اور شجاعت کے دلدادہ تھے۔ شیعہ حضرات جب "تنگ" آ جاتے ہیں۔ تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے۔ کہ آپ نے "تقیہ" کیا تھا۔ معاذاللہ یعنی صرف ظاہری طور پر خلیفہ مانتے تھے۔ باطن میں ان کے خلاف تھے۔ خدا غرق کرے اس قوم کو جو اسلام کے سچے سپوت اور صداقت کے پُتلے کامل مومن پر یہ الزام لگاتی ہے۔ کہ اُن کا اندر اور باہر ایک نہیں تھا۔ بلکہ دو تھے۔

کیا یہ مومن کی شان ہے۔ کیا صادق باپ کا یہ سبق امام مظلوم کو کربلا میں یاد نہ آیا۔ جب اُس مسافر انسان کو دشتِ کربلا میں کہا گیا۔ کہ یزید کی بیعت کر لو۔ تو اُس صادق انسان کا جسم غیرت کے مارے شرابور ہو گیا۔ اور فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم میری لاش کو گھوڑوں کے پاؤں تلے روندواؤ گے۔ اکبر کی جوانی مجھے یاد ہے۔ خوب یاد ہے۔ اصغر کا بلکنا مجھے نہیں بھول سکتا۔ قاسم و عبداللہ یتیم بچے کی گردن کا خون میرے سامنے بہ رہا ہے۔ بیمار عابد کی حالت آنکھوں کے سامنے ہے۔ میری یتیم بچیوں اور ہمشیروں کی آہ و زاری میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ مجھے یاد اور خوب یاد ہے۔ کہ ہماری زبان سوکھ کر کانٹا ہو جائے گی۔ اور فرات کا پانی ہم پر

حرام ہو جائے گا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ جن کی مادر کا جنازہ شب یلدہ میں اُٹھا تم اُن کے سروں سے چادر چھین کر لے جاؤ گے۔ مجھے یاد ہے۔ واللہ مجھے خوب یاد ہے۔ مگر یزید کی بیعت اور حسین دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ آج میں اپنے ثمروں کو سامنے کٹتا ہؤا دیکھوں گا۔ مگر وہ سر جو خدا کے آستانہ پر جُھک چکا ہے یزید کی دہلیز پر نہیں جُھک سکتا۔ حیرت۔ افسوس کیوں اوس دشتِ کربلا کے مسافر کو وہ سبق یاد نہ آیا؟ یہ خدا کے محبوب راستباز انسان راہِ مولےٰ میں سر دیتے ہیں۔ مگر اپنے ایمان کو متاع قلیل پر فروخت نہیں کرتے۔ پس میرے مکرم احباب میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ خدا کی قائم کردہ خلافت کا انکار سب راستبازوں کا درحقیقت انکار ہوتا ہے۔ پس اپنی زبان کو تھام لو۔ اور خدا تعالےٰ کے برگزیدہ انسانوں پہ زبان طعن دراز نہ کرو۔ کیونکہ بدزبانی انسان کے لئے تخم فنا کا حکم رکھتی ہے۔ تمہاری گالیوں سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ مگر تمہارا نامہ اعمال سیاہ ہو جائے گا۔ اور تمہیں خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔ ڈرو۔ کیونکہ یہ ڈرنے کا مقام ہے۔

والسلام (خاکسار سید عنایت حسن بخاری لائلپوری)

ثنائی مشن

معمار امرتسری کی کج ادائی
ایڈیٹر اہل حدیث کی بے حیائی

(۱) اخبار اہلحدیث میں لکھا ہے "مشکوٰۃ کے صفہ ۳۸ پر حضرت علی رضہ سے ایک روایت مروی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کا رسم خط اس وقت کے مولوی آسمان کے تلے بدترین مخلوق ہونگے۔ سارا فتنہ و فساد اُنہی کی وجہ سے ہو گا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ آج کل وہی زمانہ آگیا ہے۔ ہر شہر خاص امرتسر میں ثناء اللہ۔ عطاء اللہ۔ عبداللہ۔ حبیب اللہ جو اپنے آپ کو مولوی کہلاتے ہیں۔ ایسے مولوی موجود ہیں۔" (اہلحدیث ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء صفہ ۵)

(۲) "آج کل کے زمانہ میں جہالت پھیلنے کی وجہ یہی ہے کہ عالم اس زمانہ کے لالچی اور خود غرض اور طالب دنیا اور بے عمل ہو گئے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک سے ملتا ہے۔" (اہلحدیث ۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ء صفہ ۱)

(۳) قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں۔ اور کچھ نہیں مانتے افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔" (اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفہ ۹)

(۴) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہماری اس شہ سواری اور گوئے سبقت کے پیش بری کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ یقیناً میری امت سے بھی لوگ ہو بہو بنی اسرائیل کی طرح افعال بد میں منہمک ہو جائیں گے حتےٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہو گا۔ تو میری امت میں بھی ماں سے زنا کرنے والے افراد موجود ہونگے۔ واقعہ ہے کہ آج ہم مدعی اہلحدیث بھی خذو النعل بالنعل بنی اسرائیل کی طرح ..... چاپلوسی وغیرہ کو معبود برحق سمجھ کر اس کی پوجا کرنے لگے۔" (اہلحدیث ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء صفہ ۱۱)

ناظرین! مندرجہ بالا چار حوالے اور خاص کر حوالہ ۴ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ ان حوالہ جات پر مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابی ترقی کرتے کرتے اب اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ جہاں جا کر بے غیرتی اور بے حیائی کا کورس ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یا آپ کی کسی کتاب پر کوئی نکتہ چینی کرے۔ تو جائے تعجب نہیں۔ کیونکہ وہ مجبور ہے۔ خاکسار نے ایک مضمون ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء کے فاروق میں شائع کیا تھا۔ جس کے جواب میں پنجابی کی مشہور مثل کے مطابق

"مُردہ بولے تے کفن پھاڑے"

ایک مضمون اہلحدیث میں نکلا ہے۔ جس میں اہلحدیث نے اپنی بے حیائی کا خوب مظاہرہ کیا ہے اور بزعم خود دو بڑے زبردست اعتراض کئے ہیں۔ پہلا اعتراض ہے کہ مرزا غلام احمد متوفی اپنی سخت گوئی میں مشہور تھا۔ دوسرا براہین احمدیہ بھی فتنہ انگیز کتاب ہے۔"

اب میں ان کے نمبروار جواب دینے سے پہلے یہ بتا دوں۔ کہ ثناء اللہ نے یہ اعتراض لکھتے وقت اپنی علمیت کا دیوالہ نکال دیا تھا۔

اعتراض اول کہ "مرزا غلام احمدؑ متوفی اپنی سخت گوئی میں مشہور تھا" کا جواب یہ ہے کہ بہت سے نادان جو اخلاق کے فلسفہ سے ناواقف اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے برگزیدہ نبیوں پر ایسا ہی اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود بداخلاق ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حوالہ چار سے ظاہر ہے۔ کونسا نبی ایسا آیا۔ جس کے اخلاق فاضلہ کو اس کے بدترین مکذبین و منکرین نے بحالت تکذیب سراہا ہو۔ یا کم از کم اس کا اعتراف ہی کیا ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ ان کے اخلاق بگڑے ہوئے ہیں۔ (معاذ اللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے مخالفین کے حق میں وہی الفاظ

بلکہ اس سے بھی نرم استعمال کئے ہیں۔ جنکو قرآن پاک و احادیث صحیحہ میں استعمال کیا گیا ہے مگر معترض نے ایسے الفاظ کو قابل اعتراض بنا کر اپنی لاعلمی۔ نادانی اور جہالت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ معترض کا یہ دعوٰے ہے کہ میں (اہلحدیث) احمدیہ لٹریچر سے زیادہ واقف ہوں۔ اگر وہ حقیقۃ الوحی کی حسب ذیل عبارت دیکھ لیتا تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ ایسا اعتراض کرنے کی جرأت کرتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دعوٰے ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی (بزعم مخالف کے نطق بلیغ ہی ہو) میں سبقت کی ہو“ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۲)

مگر آپ کے مخالفین نے آپ کو اس قدر گالیاں دی ہیں۔ کہ امرتسر کے مشہور لونڈے کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

”یہ صحیح ہے کہ مرزا صاحب کے مخالفوں نے بھی مرزا صاحب کے حق میں سخت سے سخت الفاظ لکھے ہیں“ (تعلیمات مرزا ص ۱ طبع دوم)

(اگر ناظرین سخت سخت الفاظ دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو ایڈیٹر صاحب فاروق کا رسالہ ”ثنائی ہرزہ درائی“ کا مطالعہ فرماویں۔) معترض کے اعتراض کو شکست آرام کرنے کے لئے اس کے گھر کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کیا رائے رکھتا ہے۔ لکھتا ہے۔

”جناب مرزا صاحب قادیانی سے مذہبی امور میں گو ہم مخالف تھے۔ مگر اب اس کے تو ہم کسی طرح منکر نہیں۔ کہ مرزا صاحب موصوف بڑے پائے کے پالیٹشن (مدبر) تھے“ (اہلحدیث ۲۹ دسمبر ۱۹۱۱ء) پھر ایڈیٹر علی گڑھ گزٹ کے حسب ذیل الفاظ ۳ جون ۱۹۰۸ء۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں حضرت مرزا صاحب پر سخت گوئی کا الزام لگانا سراسر بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرا سوال ”براہین احمدیہ ہی وہ فتنہ انگیز کتاب ہے“ کا جواب سنو! جو امرتسری رند کے روحانی باپ بٹالوی نے دیا ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتا ہے۔ کہ

”ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور اس کا مؤلف (یعنی حضرت مرزا صاحب) اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی و قالی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے زمانے میں بہت کم پائی گئی“ (اشاعۃ السنہ جلد ۷ ۶-۹) یہ ایک ایسا حوالہ ہے جس کے بعد اور کسی حوالے کی ضرورت نہیں رہتی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑے سے مضمون کو نافع الناس بنائے آمین۔

ثناء اللہ اور اس کے شاعر کی بیہودہ سرائی!

۲۰ مارچ ۳۶ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے کسی عبدالعزیز شاعر کی ایک نظم جو آخری فیصلہ کے متعلق ہے شائع کی ہے۔ اس نظم پر ریویو کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

”جو مسلمان مرزائی تحریک سے تنگ آرہے ہیں۔ یعنی جن کو دعاوی مرزا اور غلبہ مرزائیت سے مذہبی صدمہ ہوتا ہے۔ ان کو چاہیئے۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو جائیں۔ اس کے سوا کوئی بحث ان سے نہ کریں“ (اہلحدیث ۲۰ مارچ ۳۶ء ص ۱۰) ہم یہ پڑھا کرتے تھے ثناء اللہ جھوٹا۔ دغاباز۔ مفسد۔ نافرمان ہے۔ مگر آج یہ بھی سمجھ لیا کہ طفیل مسیح دھوکہ باز اور فریبی بھی ہے ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ لوگوں کو تو یہ کہتا ہے کہ سوائے آخری فیصلہ کے اور کسی پر بحث نہ کرو۔ مگر خود تعلیمات مرزا۔ شہادت مرزا۔ الہامات مرزا۔ نکاح مرزا۔ عقائد مرزا وغیرہ طرح طرح کی خرافات لکھ چکا ہے۔ اور آئے دن اخبار اہلحدیث میں کسی نہ کسی رنگ میں نئی طرز پر بیہودہ سرائی کی ہوتی ہے۔ اس بھلے مانس سے کوئی یہ تو پوچھے۔ کہ میاں تم خود کیوں نہیں اس آخری فیصلہ پر بحث کرتے۔ جبکہ فخر الدین ملتانی جیسے پرانے خدمت گذار سینکڑوں روپے سے آپکی خدمت کرنے کے لئے اعلان کر چکے ہیں۔ اور سیٹھ عبداللہ الہ دین جیسا جرار میدان میں للکارتا ہوا یہ کہتا ہے۔ کہ آؤ میرے ساتھ اسی مایہ ناز آخری فیصلہ پر حق اور باطل کا فیصلہ کرلو۔ مگر تم ڈھاب کھڈیکاں میں ایسے غرق ہو۔ کہ باہر نکلنے کی تاب نہیں رکھتے۔ ثنائی شاعر لکھتا ہے ؎

سال کے اندر مر گیا جھوٹا۔ قبر میں جا بسا وہ چھوڑ جہاں

اس بدبخت شاعر کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ ثناء اللہ نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں۔ میرا ایمان ہے کہ اگر ثناء اللہ مباہلہ کرتا تو ضرور حضرت مرزا صاحب سے پہلے مر جاتا۔ جیسا کہ خود حضرت مرزا صاحبؑ اعجاز احمدی میں لکھ چکے ہیں۔ کہ ”اگر وہ اس چیلنج پر مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے۔ تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔“ مگر امرتسری حیلہ باز۔ جھوٹا۔ دغاباز۔ نافرمان بنکر بچ گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب مباہلہ کی زد میں آکر فوت ہوئے تو یہ ان لوگوں کی بے حیائی ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا۔ اگر حضرت مرزا صاحب ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء تک فوت ہو جاتے تو تم لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب مباہلہ کی زد میں آکر فوت ہوئے۔ اول تو تم یہ ثابت ہی نہیں کر سکتے کہ امرتسری کذاب نے حضرت مرزا صاحب سے مباہلہ کیا تھا۔ دوسرے حضرت مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ جو فیصلہ آخری کی اشاعت سے قریباً ساڑھے تیرہ ماہ بعد ہوتے ہیں۔ اور یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا زبردست نشان ہے۔ کاش کہ ثناء اللہ خود اور اس کے [illegible] مریدین ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

(خاکسار محمد عبدالحق مجاہد امرتسری)

احراری مشن

(اخبار مجاہد کی ایک غلط بیانی کی تردید)

احرار کے ترجمان "مجاہد" ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء کے کالم ۲ صـ۷ پر ایک مضمون "حکیم عبدالرحمان اور احراری مجاہدین کی سرگرمیاں" کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں اس قدر صریح کذب بیانی کی گئی ہے۔ کہ صداقت اور دیانت کو بالکل خیرباد کہدیا ہے۔ اور سچ بولنے سے اس طرح پرہیز اور نفرت کی ہے۔ کہ جیسے اُلو کو سورج سے یا بندر کو چپڑی روٹی سے نفرت ہوتی ہے۔ اور جھوٹ سے اس طرح اُنس و محبت کی ہے کہ جیسے گیدڑ کو مُردار سے۔ مگر کیوں نہ ہو سچ بولنا اور پھر احراری رہنا یہ دو متضاد چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے سچ کو تو بالائے طاق رہنے دیا۔ اور جھوٹ و فریب سے اپنے ہم نشینوں کو خوش کر لیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ کہ مرزائی مناظرہ سے فرار کر گئے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ ایک رُقعہ ہمیں عبدالرحمٰن احراری کی جانب سے موصول ہوا۔ جس میں اُس نے مناظرہ کے متعلق لکھا جو ہم نے بصد شوق منظور کر لیا۔ اُس رقعہ میں ایک شرط عبدالرحمٰن احراری کی طرف سے لکھی ہوئی تھی ہم نے بھی یہ ایک شرط اپنی طرف سے جواباً لکھ کر بھیجدی۔ کہ اگر چوہدری بدرالدین صاحب ساہوکار نتیجہ خورد تمہاری طرف سے حفظ و امن کے ذمہ وار ہو جائیں۔ تو ہمیں تمہارا چیلنج مناظرہ منظور ہے۔ اور ہم اپنی طرف سے اپنی جماعت کے خود ذمہ وار ہیں تم بڑی خوشی سے جہاں اور جس وقت چاہو ہم سے مناظرہ کر لو۔

لیکن آج تک ہمیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور خواہ مخواہ شور مچایا جا رہا ہے کہ مرزائی مناظرہ سے فرار کر گئے ہیں۔ پھر موضع چھچھریالہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ مرزائی لوگ وہاں اپنا اڈا قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور آگے چلکر صاف لکھدیا ہے۔ کہ وہاں کے مرزائیوں کو چیلنج مناظرہ دیا گیا۔ گویا پہلے تو خود ہی ثابت کر دیا۔ کہ وہاں مرزائی کوئی نہیں اور مرزائی گویا اپنا نیا اڈا بنانا چاہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہاں کے مرزائیوں کو چیلنج مناظرہ بھی دیدیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ دروغ گو حافظہ نباشد۔

پھر آگے یہ دروغ گو نامہ نگار یوں رقمطراز ہے۔ کہ ۲۳ ۳/۳۶ کی شام کو موضع چھچھریالہ میں زیر اہتمام شعبہ تبلیغ مجلس احرار ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں شائقین سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ مولوی کریم بخش ریٹائرڈ حنفی و وہابی موجودہ اہلحدیث و مولوی غلام رسول مجاہد و عبدالرحمٰن احراری نے نہایت پُر مطلب اور مرزائیت سوز تقریریں کیں۔ مگر اصل یہ ہے کہ جس وقت یہ تمام احراری لفنگے اکٹھے ہو کر موضع مذکور میں پہنچ گئے۔ تو ذیلدار صاحب صاحب کے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن خان صاحب کو عین اس وقت پتہ لگا۔ جبکہ یہ لفنگے دس پندراں ۱۵ کی مقدار میں گاؤں میں داخل ہو چکے تھے۔ تو عبدالرحمٰن خان صاحب نے انہیں روکا۔ اور شریفانہ طور سے کہا کہ جاؤ اپنے گاؤں کو واپس چلے جاؤ۔ میں یہاں تقریر وغیرہ کرنے کی اجازت دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ مگر ان لفنگوں میں چند ایک سُرخ ریش آدمی بھی تھے۔ انہوں نے بہت بہت منت و سماجت کی ناک رگڑی۔ ہاتھ جوڑے اور کہا کہ خدا کیواسطے آج ہماری تقریر خواہ دس منٹ ہی کیوں نہ ہو ضرور ہونی چاہیئے۔ اور آپ ضرور بالضرور براہِ کرم اجازت بخشیں۔ کیونکہ بغیر تقریر کئے واپس جانا ہمارے لئے باعث شرم ہے۔ اور مرزائی لوگ ہمیں ہنسی کرینگے۔ اس لئے خدارا ہماری لاج رکھو ورنہ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔ تو ان سُرخ ریش آدمیوں کے زیادہ اصرار منت و سماجت کرنے پر خان صاحب عبدالرحمٰن خان نے انہیں اس شرط پر اجازت دی۔ کہ اگر تم میں سے کسی مولوی نے حضرت مرزا صاحب کے بر خلاف کوئی ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو خبردار تمہاری بُری گت بنائی جائے گی۔ اور تم سب کو فوراً یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ یہ اس لئے عبدالرحمٰن خان نے کہا تھا۔ کہ وہ احرار کی بدزبانیوں سے اچھی طرح پہلے ہی آگاہ تھے۔ اس پر ان سب تعصب کے پُتلوں۔ نفس پرست اور پیٹ کے پجاری مُلوانوں نے تقریریں کیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کسی نے زبان تک نہ ہلائی۔ کیونکہ پیچھے ڈنڈے کا ڈر تھا۔ حاضرین کی تعداد تیس پنتیس کے قریب تھی۔

اِس سارے مضمون کو جو احرار کی طرف سے شائع ہوا۔ ایک قائم مقام جنرل سکرٹری کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ اس وقت احرار نتیجہ کلاں میں کوئی جنرل سکرٹری ہے ہی نہیں۔ جس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ یہ کمبخت آریہ نسل ایک ہی شخص ہے۔ جو مختلف جونیں بھگت رہا ہے۔ جہاں ہم اس امن و انصاف پسند انسان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جذبات کو قائم رکھتے ہوئے انصاف کا ثبوت دیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی میں مدیر مجاہد اور اس کے دروغ گو نامہ نگار کی صداقت اور دیانت کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ یا اس کا نامہ نگار اپنے میں ہمت

(بقیہ مضمون دیکھو صـ۱۸ کالم ۱)

تحریک اتحاد اسلامی

مسلمانوں کو قربانی کی دعوت

کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک کہ اس میں قربانی کا مادہ نہ ہو۔ اور جس جماعت میں قربانی کا مادہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ تعداد میں قلیل ہی کیوں نہ ہو وہی غالب آتی ہے۔ اور اسی کے لئے ہر طرح کی کامیابی و کامرانی پیشوائی کیلئے آگے بڑھتی ہے۔

مسلمانوں میں ابتداء سے قدرت ربانی نے قربانی کا مادہ رکھا ہے۔ چنانچہ جہاں اور جس وقت قربانی کی ضرورت ہوئی۔ مسلمانوں نے اس کو ادا کیا۔ اور مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ قرن اول کے مسلمانوں نے جانی و مالی قربانیوں سے شجر اسلام کی پرورش کی ہے اور یہ آج اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ ستر کروڑ افراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ انقلاب آتا رہتا ہے۔ قوموں میں بھی انقلاب برپا رہتا ہے۔ اس انقلاب کا مسلمان بھی شکار ہوگئے۔ جو حکمران تھے۔ محکوم بن گئے۔ جو آقا تھے۔ غلام بن گئے۔ جو دنیا کی رہنمائی کے لئے آئے تھے۔ وہ خود راہ بھول گئے۔ اور اس تاریکی میں اس انقلاب میں ان کے اندر تفریق پیدا ہوگئی۔ اتحاد و اتفاق کی جگہ ان میں نفاق کی آگ جل اٹھی۔ ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور ذلت ان پر طاری ہوگئی۔ جو کچھ ہوا۔ مسلمانوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اب اگر ان میں احساس پیدا ہوگیا ہے۔ تو انکو قربانی کیلئے تیار ہونا چاہیئے۔ ان سے جانی مالی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی انکو جانی و مالی قربانیوں کی دعوت دی جاتی ہے۔

البتہ ان کو دعوت دی جاتی ہے۔ ان کو پکارا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے ذاتی اختلافات کی قربانی کریں۔ وہ حسد و بغض کے گلے پر چھری چلا دیں۔ وہ تفریق و فرقہ بندیوں کو ذبح کر ڈالیں وہ فروعی مسائل کو ترک کر دیں۔ اور وحی الٰہی مکمل کتاب قرآن مجید کی طرف آجائیں۔ ان کو کلمۃ الحق کا سبق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پڑھایا گیا ہوا ہے۔ اسی لوائے توحید کے نیچے کھڑے ہو جائیں۔ ان کے دلوں اور زبانوں سے ایک ہی آواز بلند ہو۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسی پر قرن اول میں متحد ہوئے تھے اسی آواز پر صحابہ کرامؓ نے لبیک کہا تھا۔ اسی پر اے مسلمانو تم بھی لبیک کہو۔ اور متحد ہو جاؤ۔ (خادم کشفی شاہ)

ویدک دھرمی سادھو!

آریہ گزٹ لاہور مورخہ ۲۲ مارچ میں ایڈیٹر صاحب نے "کیا یہ سادھو ہیں؟" کی سرخی سے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے۔ جو ناظرین فاروق کی معلومات کے لئے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

"ضلع سیتاپور کے ایک گاؤں چترولی سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ اس گاؤں پر ۴۰۰ سادھوؤں نے دھاوا بول دیا۔ یہ سادھو ایک میلہ پر جارہے تھے۔ اور انہوں نے اس گاؤں میں قیام کیا۔ اور گاؤں والوں سے ۳ چھکڑے بھر کر لکڑی کی طلب کی۔ ان کے انکار پر سادھوؤں کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ "خلق خدا تنگ نیست اور پائے گدا لنگ نیست" پر عمل کرتے ہوئے کسی اور جگہ سوالی ہوتے۔ مگر انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ انکو انکار کی سزا دی جائے۔ اس سے انہوں نے مکانوں کے دروازے توڑ ڈالے اور دیہاتیوں کو باہر کھینچ لائے۔ مقابلہ کرنے والوں کو نہایت بے دردی سے پیٹا۔ مویشی بھگا دیئے گئے۔ مکانات جلا ڈالے۔ اور فصلیں تباہ کر دی گئیں۔ اور جائدادیں لوٹ کر چلتے بنے۔

ایسے فعل کرنے والوں کو کیا ہم سادھو کہیں۔ ایسی بیدردی کی مثال تو لٹیروں میں بھی نہیں پائی جاتی"۔ (آریہ گزٹ)

دیانندی مشن

آریہ ویر لاہور کا سناتن دھرم نمبر اور اس پر ہماری نظر!

آریہ ویدوالوں سے ہمارے چند سوالات

نمبر ۲

کیا وید کے ارتھ بدھی پوریک ہیں} وید کے ارتھ بدھی پوریک ہوتے ہیں

یعنی مدتل ۱۲ شری یت ماسٹر آتما رام کی خدمت میں یہ عرض ہے۔ کہ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل ویدک منتروں کی معقولیت کو ظاہر فرما دیں۔ عین نوازش ہوگی۔ اور اس سے اہل علم احباب کا بھی بھلا ہوگا۔

نمبر ۱:۔ وہ جنگل کون ہے؟ وہ کونسا درخت تھا۔ کہ جس سے آسمان اور زمین بنائی گئی۔ پوتر رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۸۱ منتر ۴۔ ماسٹر صاحب آپ تو ماسٹر ہیں۔ آپ اپنے دعوےٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے یہ بتادیں کہ اس ویدک منتر میں ویدک پرمیشور نے کونسی معقولیت کا اظہار کیا ہے۔ جب زمین اور آسمان کا وجود ہی نہ تھا۔ تو پھر جنگل اور درخت کہاں تھے؟

نمبر ۲۔ دواؤں میں حمل۔ انسانوں کو ظاہر کرنیوالے اور پالن کرنے والے پترناک دیوتا دواؤں میں حمل کو قائم کرتے ہیں۔ مقدس سام وید اترارچکے ادھیائے ۴ کھنڈ ۵ منتر ۳

ماسٹر صاحب آپ پرانوں جیسی ویدک دھرمی پستکوں کو ناجائز طریقوں سے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں رشی کی مہربانی سے گھوڑے کو حمل ہوگیا۔ اگر وہ بات قابل اعتراض ہے۔ تو پھر یہ منتر کیوں قابل اعتراض نہیں؟ مہربانی کرکے اس منتر کی معقولیت بیان کریں۔

نمبر ۳۔ بکریاں اور گائیں بھی پرنام کرتی ہیں ہوی سے ترپت کرنے والی گائیں اور بکریاں پرنام کرتی ہیں۔ زمین اور آسمان میں تمام جاندار بھی پرنام کرتے ہیں۔ پوتر سام وید اترارچکے ادھیائے ۸ کھنڈ ۴ منتر ۲۔

ماسٹر صاحب یہ بکریاں اور گائیں بھی اسی طرح پرنام کرتی ہیں۔ جس طرح انسان پرنام کرتے ہیں۔ یا وہ کسی اور طرح پرنام کرتی ہیں۔ یہ ذرا کھولکر بیان کر دیں۔ اور آئندہ خاکسار بیپرمنٹ والا الہام بھی جان لیں۔ تاکہ خواہ مخواہ اعتراض کر کے جگ ہنسائی نہ کرائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیں کہ اگر تمام لوگ ایشور کو پرنام یعنی تابعداری کر رہے ہیں۔ تو پھر خدا کے منکر کہاں گم ہو گئے۔ یہ بھی بتا دیں۔

نمبر ۴۔ گھوڑے بھی گیان والے ہیں ہے پرمیشور تمہارے گھوڑے سرشیشٹ گیان والے اور دھن والے پھرنے والے اور خوبصورت نیتروں والے ہیں۔ مقدس سام وید اترارچکے ادھیائے ۱۷ کھنڈ ۴ منتر ۳۔

ماسٹر صاحب ہم تو یہ سنا کرتے تھے۔ کہ سرشیشٹ گیان صرف وید گیان ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ اور پرمیشور کے گھوڑے بڑے دھن والے اور ویدوں کے جاننے والے ہیں۔ مہربانی فرما کر جلد جواب عنایت فرما دیں۔

نمبر ۵۔ اِندر نے آسمان کو اونچا کیا ہے سب سے آدی پورش دھن وال اِندر شتروں کا ناش کرنے کو تم جب ظاہر ہوئے۔ تب تم نے زمین کو مضبوط کیا۔ اور تب ہی تم نے آسمان کو اونچا دھام بنایا۔ پوتر سام وید اترارچکے ادھیائے ۱۲ سوکت ۱۴ منتر ۱۔

ماسٹر صاحب جب زمین اور آسمان ہی اپنی اپنی جگہ پر نہ تھے۔ تو پھر اِندر اور ان کے دشمن کہاں بسیرا کر رہے تھے۔ یہ بتا دیں۔

نمبر ۶۔ خدایا مجھے اپنے جیسا بنا دو ہے پرمیشور جیسے تم دھن کے اکیلے مالک ہو۔ ایسے ہی اگر میں مالکانہ حقوق پا لوں۔ تو میری عبادت کرنے والا گئووؤں والا ہو جاوے۔ پوتر سام وید اُترارچکے ادھیائے ۲۰ کھنڈ ۷ سوکت ۱۰ منتر ۱۔

ماسٹر صاحب آپ مہربانی فرما کر یہ بیان فرما دیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان خداوند تعالیٰ جیسا بن سکے۔ اگر یہ ناممکن ہے۔ تو پھر ویدک پرمیشور نے یہ نامعقول بات کیوں ظاہر کی۔ اس کی حکمت ظاہر کریں۔

نمبر ۷۔ گھوڑی کے دودھ کا دہی گھوڑی کے دہی اور دہی سے تیار شدہ اجزاء کے استعمال سے کھشینی۔ گریوا۔ اور کمکش کے روگ دُور ہو جاتے ہیں۔ پوتر رگوید منڈل ۴ سوکت ۴۰ منتر ۴۔

ماسٹر صاحب کیا یہ ممکن ہے کہ گھوڑا دودھ دیتا ہے۔ اگر ممکنات سے ہے۔ تو کوئی مثال دو۔

نمبر ۸۔ پتا وغیرہ سے حمل کی پرارتھنا کرنا پتا آدی لوگوں آپ ہمارے اندر حمل دھارن کرو۔ یجروید ۱۹/۴۸۔ یہ کونسی معقولیت ہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے۔ اور حمل کے لئے کون بیقرار ہو کر پکار رہا ہے۔ یہ تو بتا دیں۔

نمبر ۹ اے عورت تو اپنے بیاہے ہوئے خاوند سمیت گیارھویں خاوند تک نیوگ کر۔ ترجمہ از دیانند بانئے آریہ سماج پوتر رگوید اشٹک ۸ ادھیائے ۳ ورگ ۲۸ منتر ۵۔

مہاشہ جی یہ کیا معقولیت ہے کہ ویدک پرمیشور ہر آریہ عورت کو یہ اپدیش کرتا ہے کہ گیارہ مردوں تک سے مجامعت کر۔ نہ صرف اسی پر بس کرتا ہے۔ بلکہ عورت کی نفسانی خواہشات کو ابھارنے کے لئے یہ سبق دیتا ہے۔

نمبر ۱۰۔ اے عورت تیرا پہلا جو بیاہا ہوا خاوند ہے وہ کنوارے پن کی صفت سے موصوف ہونے کی وجہ سے سوم نامزد ہوتا ہے۔ اور جو تیرا دوسرا نیوگ کا خاوند ہے۔ اس کی اصطلاح گندھرب ہے۔ کیونکہ وہ بھوگ (مجامعت یا صحبت) کئے ہوئے اور اس سے واقف ہوتا ہے۔ اور جس سے تو تیسری بار نیوگ کرتی ہے۔ اس کی اصطلاح اگنی ہے۔ کیونکہ وہ تجھ دو مردوں کی صحبت بھگتی ہوئی کے ساتھ نیوگ کرتا ہے۔ اے عورت چوتھے سے لے کر دسویں تک جس قدر تیرے خاوند ہیں۔ ان کی طاقت اور نطفہ معمولی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ منش نامزد ہوتے ہیں۔

ترجمہ از دیانند بانئے آریہ سماج پوتر رگوید اشٹک ۸ ادھیائے ۳ ورگ ۲۷۔

ماسٹر صاحب آپ ان دس منتروں کی معقولیت اگر بیان کر دینگے۔ تو آپ کا یہ سیوک اپنی اور شنکائیں آپ کی سیوا میں اخبار دوارا پیش کر دیگا۔ اگر آپ کو فرصت نہ ہو۔ تو اپنے کسی اور عالم یا رتن کو ظاہر کر دیں۔ کیونکہ ان شنکاؤں کا حل کرنا بہت ضروری ہے۔ میری طرح اور علم دوست احباب یہ چاہتے ہیں۔ کہ ان منتروں کی مکمل تشریح ہو جاوے۔ اور آریہ دوست بھی جب ان منتروں پر وچار کرتے ہیں۔ تو ان کو بھی یہ منتر لاینحل معلوم ہوتے ہیں۔ باقی پھر (خاکسار آریہ سماج کا دیرینہ سیوک فتح محمد احمدی شرما از کراچی)

تبلیغ رسالت
مکمل دس جلدیں!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تمام مکمل اشتہارات کا مجموعہ ہے۔ جو حضورؑ کی زندگی سے لے کر یوم وصال تک ترتیب وار دس جلدوں میں نہایت عمدہ کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں۔ قیمت صرف للعہ علاوہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ۔ فاروق بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور

بقیہ مضمون صفحہ

ایسی باتیں لے کر جو تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف تھیں۔ تم نے از راہ تکبر ان کی تکذیب اور قتل پر کمر باندھی۔

اب ذرا گوش ہوش سے سنیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک "معیار نبوت" (پیشگوئی) یہ بھی ہے کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبرًا ذراعًا بذراعٍ الحدیث"

اس معیار نبوت (پیشگوئی) کے مطابق ضروری تھا۔ کہ آپ جری اللہ فی حلل الانبیاء کی پیشگوئیوں کی تکذیب کرتے۔ ماشاء اللہ آپ بڑے فرمانبردار ہیں۔ آپ نے سوچا کہ اگر ہم نے مرزا صاحب کی تکذیب نہ کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معیار نبوت (پیشگوئی) پورا نہ ہوگا۔ ہمت کر کے آگے بڑھے اور پیشگوئی پوری کر کے دکھادی ع

آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو!

چونکہ مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اسلئے میں اختصار کی خاطر نیز اس لئے بھی کہ ان اعتراضات کا جواب بے شمار مرتبہ دیا گیا۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو دوست ان دس پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جواب یکجائی صورت میں دیکھنا چاہتے ہوں۔ وہ "تجلیات رحمانیہ"[1] (مصنفہ حضرت مولانا ابوالعطاء الجالندہری) میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو مفصل نزول المسیح۔ تریاق القلوب، حقیقۃ الوحی۔ سراج منیر اور دوسری کتب میں دیکھیں۔

وما علینا الا البلاغ !!

(خاکسار محمد عبداللہ اعجاز (مولوی فاضل)

قادیان دارالامان

---

[1] یہ کتاب دفتر فاروق سے ۸ر کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر یا بذریعہ وی پی منگائیں۔

(مینیجر)

وصیت نمبر ۴۵۲۹

منکہ عائشہ بیگم بنت میاں اللہ دتا صاحب قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال۔ تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۲۳ء ساکن بستی ممنے والی داخلی فیروزپور شہر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج مورخہ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائداد سوائے زیور کے کچھ نہیں۔ زیور آٹھ تولہ سونا ہے۔ اس وقت میرا گزارہ میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اب مبلغ -/۲۷ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کراتی رہوں گی۔

نیز میری وفات پر میرا جو متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی جائداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا۔

العبد۔ عائشہ بیگم موصیہ بقلم خود۔

گواہ شد۔ محمد حسن سکرٹری وصایا جماعت احمدیہ فیروزپور شہر۔ گواہ شد۔ اللہ بخش ولد محمد بخش ذات ارائیں ساکن بستی ممنے والی داخلی فیروزپور شہر۔ ۷/۱/۳۶ ۔

گواہ شد۔ محمد احمد ولد غلام حسین ذات ارائیں ساکن بستی ممنے والی داخلی فیروزپور شہر۔

نمبر ۴۵۴۵

منکہ حمیدہ بیگم زوجہ ڈاکٹر عبدالحمید قوم راجپوت، عمر ۴۲ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی ساکن لاہور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری وفات کے وقت جس قدر جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔

میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

(۱) زیور طلائی بوزنی ۳ تولہ ہے۔

(۲) زمین سکنی سفید نزد محلہ دارالانوار ۳ کنال ۱۲ مرلہ قیمتی -/۱۰۰۰ روپیہ جو میرے خاوند نے بعوض مہر مجھے دی ہوئی ہے۔

العبد۔ حمیدہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد۔ عبدالحمید خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ عبدالغنی بقلم خود۔ الیکٹرک انچارج ریلوے۔ لاہور۔

امراض دندان کا پائیرس بکس

اس بکس میں چار قسم کی دوائیاں ہونگی۔ جن کو یکے بعد دیگرے استعمال کرنے سے دانتوں کی تمام امراض دور ہونگی۔ منہ کے اندر کے تمام گندے مادے اور فاضلہ رطوبتیں۔ پایوریا کے جراثیم ہلاک ہوجائیں گے۔ پائیرس لوشن نمبر ۱ و نمبر ۲۔ پائیرس پوڈر۔ پائیرس کریم۔ قیمت عہ/ علاوہ محصول ڈاک۔

نوبہار حبوب کھانسی } کھانسی خواہ کتنی پرانی ہو یا کالی کھانسی ہو یا تپ دق کی کھانسی ہو۔ یہ گولیاں جادو کا اثر رکھتی ہیں ۵۰ گولی کی قیمت صرف ۱۲/

سینہ کمزور } جن احباب کا سینہ خواہ کسی وجہ سے کمزور ہو۔ ہمیشہ نزلہ۔ زکام کا مریض رہتا ہو۔ چار آنہ کا ٹکٹ بھیجکر ۲۱ روز کی دوائی مفت بلا قیمت طلب فرمالیں۔ والسلام

ملنے کا پتہ

فقیر احمد خان حکیم حاذق ماہر امراض دندان

جالندھر چھاؤنی پنجاب

(بقیہ مضمون صہ ۱۴)

رکھتے ہوں۔ تو واقعہ ہذا کی صداقت کا ثبوت پیش کریں۔ مگر یہ یاد رکھیں۔ کہ وہ اور ان کے چھوٹے اور اُن کے بڑے اور اُن کے زندہ اور اُن کے مُردے سب مل کر اس بات کو سچا ثابت کرنا چاہیں۔ تو وہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ اور یقیناً نہیں کر سکیں گے۔ جس واقعہ کا ذکر ۱۹؍ مارچ ۳۶ء کے اخبار مجاہد میں ان کی طرف سے ہوا ہے۔ وہ اس میں یقیناً ناکام و نامراد رہیں گے۔ کیونکہ ؎

کبھی نُصرت نہیں ملتی درِ مولےٰ سے گندوں کو

اگر وہ واقعہ مذکورہ کی صداقت کا ثبوت نہ بہم پہنچا سکیں۔ تو آیت قرآنی لعنت اللہ علی الکاذبین کو خصوصاً اپنے لئے مخصوص سمجھیں اور نصف لنصف کر لیں۔ اور اگر وہ اس بات کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچانے کی زحمت گوارا کریں۔ تو انہیں کم از کم آدھ آنہ انعام بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ ؎

کافی ہے تسلی کے لئے موٹھ کا دلیا!

بالآخر میں اس نامہ نگار کو بوجہ ہموطن ہونے کے مشورہ دیتا ہوں۔ کہ اب چونکہ موسم بہار ہے ان دنوں وہ کسی لائق طبیب سے مال جوبن کروا کر اپنا دماغ درست کرے۔ ورنہ ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ∴ سدا عیش دورہ دکھاتا نہیں!

خاکسار قریشی نور احمد سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ تیجہ کلاں

ریویو!

قدرتی طریق علاج جرمنی کے ایک صاحب اڈولف جسٹ نام نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔ کہ انسان کو حالت صحت میں قدرتی طریقہ پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ یعنے جہاں تک ہو سکے جسم کو ہوا اور روشنی میں رکھا جائے۔ غذاء صرف پھل ہوں۔ ننگے پاؤں چل کر اور ننگی زمین پر لیٹ کر زمین سے قوت حاصل کی جائے۔ حالت بیماری میں صرف پانی اور دُھوپ کے غسلوں سے ہر مرض کا علاج کیا جائے۔ اس کتاب کو گوجرانوالہ کے سردار بھاگ سنگھ صاحب پلیڈر نے بزبان اردو ترجمہ کیا ہے اور سردار صاحب سے ہی بقیمت ۸؍ فی نسخہ مل سکتی ہے۔ انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے۔ اُس کا تقاضا ہے کہ وہ تمام امور میں اختراع و ایجادات کے ذریعہ سے اپنے طرز زندگی کو تمدنِ حیوانی سے بہت اعلےٰ بنائے۔ اس واسطے اس کتاب کے مضامین کے ساتھ ہم کلیتہً متفق نہیں ہو سکتے۔ تاہم اس میں بہت سی مفید اور دلچسپ باتیں درج ہیں۔ جن کا پڑھنا اُن اصحاب کے واسطے بہت مفید ہو سکتا ہے۔ جو زندگی اور صحت کے بحال رکھنے کے ذرائعہ کا مطالعہ کرنا چاہیں۔ اطباء اور پبلک ہر دو اس کے مضامین سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

{ (مفتی) محمد صادق عفی عنہ }

ڈاکٹر اقبال اور پنڈت جواہر لال

پرکاش آریہ اخبار لاہور نے ۸؍ مارچ کے پرچے میں مندرجہ ذیل نوٹ "ڈاکٹر اقبال چُپ سادھ گئے" کی سرخی سے لکھا ہے۔ جو ناظرین فاروق کی واقفیت کے لئے نقل کیا جاتا ہے ایڈیٹر پرکاش لکھتے ہیں۔ کہ

پچھلے دنوں ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال نے اس بناء پر انجمن حمایت اسلام سے مستعفی ہو جانے کی دھمکی دی تھی۔ کہ اگر مرزائیوں کو انجمن کی رکنیت سے خارج نہ کیا گیا۔ تو میں انجمن میں کام نہیں کروں گا۔ اس پر پنڈت جواہر لال جی نہرو نے آپ سے یہ سوال کیا تھا۔ کہ ڈاکٹر صاحب! آپ مرزائیوں کو تو اس بناء پر مسلمان قرار نہیں دیتے۔ کہ وہ حضرت محمدؐ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ بند نہیں سمجھتے۔ لیکن سر آغا خان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ جو قرآن اور ختم نبوت دونوں کا ہی قائل نہیں۔ اور خود خدا بنا ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ ڈاکٹر صاحب پنڈت جی کے سوال کا کوئی معقول جواب دیتے۔ آپ چپ سادھ گئے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو مرزائیوں کے خلاف جو اعتراض تھا۔ وہ مسلمانوں میں اپنی ساکھ بڑھانے کے لئے تھا۔ ورنہ عقائد سے اُن کا کسی قسم کا واسطہ نہ تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سر اقبال سر آغا خان کی زیر قیادت کام کرنے سے انکار نہیں کرتے۔ کیونکہ عقائد کے اختلاف کے باوجود سر آغا خان کی مسلمانوں کی نظر میں قدر ہے۔ اور ساتھ ہی وہ حکومت کا منظور نظر ہے"!

(پرکاش لاہور)

وصیتیں

نمبر ۱۲۵۶

منکہ نور محمد نمبردار ولد عبد العزیز قوم جٹ ساکن حسن پور کلاں ضلع ہوشیار پور تحصیل گڑھ شنکر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶؍ فروری ۱۹۱۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت جائداد منقولہ وغیر منقولہ مبلغ تین سو روپیہ کی زمین وغیرہ ہے۔ میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میرے مرنے کے وقت کوئی اور جائداد پیدا یا ثابت ہوگی۔ تو اس کے دسویں حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں جائداد وصیت کی قیمت میں سے کوئی روپیہ داخل کر دوں۔ تو اس قدر اس حصہ وصیت کردہ سے منہا ہو جائے گی۔

العبد۔ بقلم نور محمد نمبردار ولد عبد العزیز سکنہ حسن پور کلاں تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور۔ گواہ شد۔ چوہدری رحمت خان ولد بلند خاں سکنہ کاٹھ گڑھ۔

گواہ شد۔ عبد القادر ولد مکھن سکنہ سجو وال ضلع ہوشیار پور؛ گواہ شد۔ قاسم ولد عبد العزیز قوم جٹ ساکن حسن پور ضلع ہوشیار پور

نمبر ۱۹۴۰

منکہ حکیم عبد الرحمن ولد حکیم عبد اللہ قوم قریشی ساکن ماچھی واڑہ ڈاکخانہ خاص تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۵/۲۱ ۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری منقولہ جائداد کوئی نہیں ہے۔ غیر منقولہ جائداد دوکان عطاری ہے جو مبلغ مالی واسباب قیمتی تخمیناً یکصد ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اپنی آمدن کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال کرتا رہوں گا۔

نیز میرے مرنے پر اگر کوئی جائداد منقولہ وغیر منقولہ ثابت ہو۔ تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ۱/۱۰ حصہ پر قبضہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ فقط

مورخہ ۱۰؍ مئی ۱۹۲۱ء

العبد۔ حکیم عبد الرحمن قریشی ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ۔ گواہ شد۔ چوہدری عطاء الٰہی سکرٹری انجمن احمدیہ غوث گڑھ ضلع لدھیانہ گواہ شد۔ عبد الرحمن قریشی ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ؛ گواہ شد۔ چوہدری نور محمد سفید پوش غوث گڑھ بقلم خود۔

نمبر ۳۴۶۶

منکہ فضل النساء بیوہ مستری نظام دین صاحب قوم شیخ چاولے عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن لاہور بیرون دہلی دروازہ کوچہ مسجد احمدیہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۷؍ جون ۱۹۳۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

(۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل خزانہ یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

(۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

ایک مکان مبلغ دو ہزار روپیہ میں بمقام مصری شاہ متصل لاہور میرے پاس رہن ہے۔ زیور و دیگر سامان خانگی مبلغ چھ صد روپیہ۔

العبد۔ نشان انگوٹھا فضل النساء

گواہ شد۔ محمد حسین قریشی لاہور ۶/۳۱ ۷

گواہ شد۔ عبید اللہ جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور ۶/۳۱ ۷

نمبر ۴۵۳۶

منکہ فضل بیگم زوجہ بابو عبد الکریم بٹ صاحب قوم کشمیری بٹ عمر ۲۶ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۲۸ء ساکن ضلع جہلم حال دار السلام پوسٹ بکس ۳۷۶ ضلع ٹانگانیکا مشرقی افریقہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳؍ مارچ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔

(۱) زیور طلائی ساڑھے آٹھ تولہ

(۲) مہر پانچ سو روپیہ جو میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ (۳) ۱۷۰۰/- شلنگ۔

میں اپنی اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ کے نام کرتی ہوں۔ نیز اس کے علاوہ دس شلنگ ماہوار جیب خرچ کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر بوقت وفات میری کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں جائداد کا حصہ کل یا بعض بصورت رقم داخل کر کے خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی رسید حاصل کر لوں۔ تو یہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیا جائے گا۔

العبد۔ فضل بیگم؛ گواہ شد فضل کریم لون برادر حقیقی موصیہ۔

گواہ شد۔ عبد الکریم بٹ خاوند موصیہ پوسٹ بکس ۳۷۶ دار السلام۔

گواہ شد۔ شیخ مبارک احمد مبلغ مشرقی افریقہ۔ حال وارد دار السلام

درخواست دُعا

ایڈیٹر صاحب اخبار فاروق کئی روز سے بیمار ہیں۔ احباب ان کی کامل صحت کے لئے دردِ دل سے دُعا فرمائیں؛ والسلام (خاکسار کاتب فاروق)

وصیتیں

نمبر ۴۴۴۸

منکہ محمد اعظم ولد چوہدری بلندہ صاحب قوم جٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک ۳۳۲ ج۔ب ڈاک خانہ خاص تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۳۵ ۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصے کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

۳۷ ۱/۲ گھماؤں اراضی نہری قیمتی -/۸۰۰۰ روپیہ واقع چک ۳۳۲ ج۔ب۔ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور اور ایک مکان خام قیمتی دوسو روپیہ و ایک احاطہ ۱/۲ اکنال قیمتی یکصد روپیہ واقع چک ۳۳۲ ج۔ب۔

نیز میرا گذارہ اسی جائداد کی آمد پر ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی آمدنی ہوئی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی ادائیگی کا بصدق دل اقرار کرتا ہوں۔

العبد۔ محمد اعظم وصی دیہ چک ۳۳۲ ڈاکخانہ خاص تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور۔

گواہ شد۔ عبدالرحمن احمدی سکرٹری وصایا۔ چک ۳۳۲ ج۔ب انگلش ٹیچر ضلع لائل پور۔

گواہ شد۔ بقلم خود محمد شفیع دوکاندار چک ۳۳۲ ج۔ب ضلع لائل پور۔

نمبر ۲۶۳

منکہ عبدالعزیز ولد مولوی عبدالکریم قوم شیخ ساکن سامانہ محلہ بھڑائچ حال اہلمد کلکٹری سہارنپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرے پاس کوئی ایسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کافی مقدار کی نہیں ہے۔ کہ جس کی نسبت وصیت کرنے کی ضرورت ہو یا وہ خدمات دین میں کار آمد ہو سکے۔ البتہ میری تنخواہ اس وقت تیس روپیہ ماہوار ہے۔ اس کا دسواں حصہ یعنی تین روپے ماہوار ہمیشہ انجمن موصوف میں بھیجتا رہوں گا۔ اور میری منشاء ہے۔ کہ یہ زرچندہ حسب ذیل مدات میں خرچ کیا جاوے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام ایک روپیہ لنگر خانہ ایک روپیہ اشاعت اسلام ایک روپیہ۔

المرقوم ۳۰ر اگست ۱۹۰۷ء۔

العبد۔ عبدالعزیز اہلمد کلکٹری بقلم خود۔

گواہ شد۔ عبدالحمید ولد عبدالکریم شیخ سامانہ حال اہلمد سہارنپور۔ گواہ شد۔ حبیب احمد احمدی سکنہ سرک دودمن۔ ضلع سہارنپور۔

نمبر ۴۵۱۸

منکہ غلام زینب بنت غلام محمد مرحوم قوم بنی اسرائیل پیشہ زمینداری عمر ۳۷ سال تاریخ بیعت ماہ جون ۱۹۳۵ء ساکن امرتسر ڈاکخانہ ڈھاب وستی رام ضلع امرتسر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵ر مارچ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ کہ میری مرنے کے بعد جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر میں نے اپنی خوشی سے اپنے خاوند کو معاف کردیا ہوا ہے۔ زیور قیمتی دوسو روپیہ نقد مبلغ چارسو روپیہ۔ آیندہ علاوہ اس۔ کہ جو مجھے کسی قسم کی آمدنی ہوگی۔ اس میں سے بھی انشاءاللہ دسواں حصہ ادا کرتی رہوں گی۔

العبد۔ راقمہ خاکسارہ غلام زینب بقلم خود ۱۵/۳/۳۶ امرتسر۔ گواہ شد۔ محمود حسن بقلم خود برادر حقیقی موصیہ ساکن امرتسر کڑہ رام گڑھیاں بازار عبداللہ خاں کوچہ لولا۔

گواہ شد۔ پیر منظور محمد بقلم خود ۱۵/۳/۳۶۔

نمبر ۹۸۰

منکہ عبدالرشید ولد مولوی محمد عبدالکریم مرحوم قوم شیخ قریشی صدیقی ساکن بستی بھڑیچاں تھانہ سامانہ ریاست پٹیالہ کا ہوں بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲ر جولائی ۱۹۱۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میں اس وقت ۱۲ روپے ماہوار کا ملازم ہوں۔ اور جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کچھ نہیں۔ اس لئے وصیت کرتا ہوں۔ کہ موجودہ تنخواہ ۱۲ روپے کا دسواں حصہ یا جو تنخواہ یا آمدنی آیندہ دم زیست تک ہوگی۔ اس کا دسواں حصہ ماہ بماہ انشاءاللہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ لہذا وصیت نامہ ہذا بنام صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھ دیا کہ سند رہے۔ اور عند الضرورت کام آوے۔ فقط المرقوم ۲۲ر جولائی ۱۹۱۵ء۔ مطابق ۸ر رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

العبد۔ احقر عبدالرشید ولد مولوی محمد عبدالکریم مرحوم موصی بقلم خود۔ گواہ شد۔ محمد عبدالغفار پنشنر غفر اللہ ذنوبہ احمدی بقلم خود سکنہ معمورہ بھڑیچاں

گواہ شد۔ ملک محمد افضل خان نمبردار بھڑیچاں بقلم خود۔

گواہ شد۔ برکت علی سکرٹری جماعت احمدیہ سامانہ۔

درخواست دعا!

حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب جو ایک خاص اور اہم دینی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے ولایت تشریف لے گئے ہوئے ہیں انکی کامیابی اور صحت کیلئے دعائیں کریں

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپواکر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)